ماہنامہ الفرقان ربوہ

اکتوبر 1967

سفر یورپ کا آغاز دعا سے

مورخہ ۶ جولائی ۱۹۶۷ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز روانگی سے قبل ریلوے سٹیشن ربوہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مورخہ ۲۴ اگست کو حضور بانیل مرام واپس ربوہ پہنچے ۔ الحمدللہ ۔

مُدِیر مسئول
ابوالعطاء جالندھری

قیمت فی رسالہ
62 پیسے

تردید عیسائیت

کے سلسلہ میں ان کتب کا مطالعہ آپ کے لئے بے حد مفید ثابت ہوگا۔

● **مباحثہ مصر** قیمت ۰.۶۲

(عیسائیت کے بنیادی عقائد پر جناب مولانا ابوالعطاء صاحب مبشر اسلامی اور مشہور عیسائی پادری ڈاکٹر فلپس کے مابین فیصلہ کن مباحثہ)

● **تحریری مناظرہ** قیمت ۱.۵۰

(الوہیت مسیح کے بارہ میں جناب مولانا ابوالعطاء صاحب فاضل اور مشہور عیسائی پادری عبدالحق صاحب کے درمیان تحریری مناظرہ۔ جس میں دو دو پرچے لکھے جانے کے بعد پادری صاحب نے مزید کچھ لکھنے سے انکار کر دیا)

● **الفرقان کا عیسائیت نمبر** قیمت ۱.۲۵

(عیسائیت کے مختلف عقائد پر اہم قلم حضرات کے تحقیقی مقالات کا نادر مجموعہ)

● **مباحثہ مصر کا انگریزی ترجمہ** قیمت ۱.۲۵

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی جملہ کتب ہمارے مکتبہ سے مل سکتی ہیں۔

فہرست کتب مفت طلب فرمائیں

مکتبہ الفرقان۔ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۷	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ	رجب ۱۳۸۷ھ ہجری قمری
شمارہ ۱۰	اکتوبر ۱۹۶۷ء	اخاء ۱۳۴۶ ہجری شمسی

فہرست مندرجات

• ابتدائیہ	ایڈیٹر	صـ ۲
• فضائلِ قرآن مجید (نظم)	جناب امین اللہ خان سالک	"
• اسلام کی عالمگیر اشاعت کا سوال (مدیر طلوعِ اسلام کی مایوسی)	ایڈیٹر	۳
• شذرات	"	۹
• قرآن مجید کی وجہ تسمیہ (مستشرقین کے اعتراض کا جواب)	جناب شیخ عبدالقادر صاحب لاہور	۱۷
• جہادِ تبلیغ ہر احمدی کا فرض ہے	محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد	۲۶
• النظرات	جناب ابوالنصر نورانی	۳۰
• فلسطین کے عربوں کی انتہائی مظلومیت	ابوالعطاء جالندھری	۳۵
• عظمتِ قرآن پاک کس نظریہ سے ثابت ہوتی ہے؟	جناب شیخ خورشید احمد صاحب	۳۷
• نعتِ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم	جناب چوہدری شبیر احمد صاحب	۳۸
• معیارِ وفا (نظم)	جناب نسیم سیفی صاحب	۳۹
• طاعتِ حکمِ خلافت سے ہے استحکامِ دیں (نظم)	جناب عاجز عظیم آبادی	۴۰
• حیدر آباد دکن میں آریہ سماج سے مناظرات	جناب سیٹھ محمد اعظم صاحب	۴۱
• "میری زندگی"	ابوالعطاء	۴۳

سالانہ چندہ

عام خریداروں سے - پاکستان و بھارت :- چھ روپے ـــــ خاص معاونین سے - سالانہ :- بیس روپے

" " " بیرونی ممالک :- پندرہ شلنگ ـــــ رسالہ کے سرپرست احباب - " :- پچاس روپے

ابتدائیہ

(۱)

ماہنامہ الفرقان ایک تبلیغی اور تعلیمی مجلہ ہے، اس کی پالیسی اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ کے ارشادِ ربّانی پر مبنی ہے

احبابِ جماعت کا فرض ہے کہ اسکی اشاعت کے لئے کوشاں رہیں، غیر مسلم اور غیر از جماعت جویانِ حق کے نام رسالہ جاری کرائیں۔ جو ایسے لوگ براہِ راست رسالہ کے لئے درخواست کرتے ہیں ان کے نام رسالہ جاری کرنے کے لئے امداد ارسال فرمائیں۔

(۲)

"حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا مقام ازروئے بائیبل و قرآن" ایک نہایت دلچسپ مقالہ بلکہ کتابچہ ہوگا جسمیں پادری صاحبان کے بعض مغالطوں کا جواب بھی دیا جائیگا۔ پہلے خیال تھا کہ اسے قسط وار شائع کیا جائے مگر اب یہ تجویز انسب معلوم ہوئی ہے کہ اس کتابچہ کو ماہِ نومبر کے الفرقان میں بطور خاص نمبر شائع کر دیا جائے۔ غالباً حجم زیادہ ہو جائیگا۔ اس نہایت مفید خاص نمبر کو مسیحی حلقوں میں زیادہ پھیلانے کی ضرورت ہوگی۔ جن دوستوں کو اللہ تعالیٰ نے مالی وسعت عطا فرمائی ہے وہ اس کارِ خیر میں بھی ادارہ سے تعاون فرمائیں۔ اس خاص نمبر کی قیمت پچھتر پیسے فی پرچہ ہوگی۔ اسکی مطلوبہ تعداد سے مینیجر الفرقان ربوہ کو مطلع فرمائیں +

فضائلِ قرآن مجید

(محترم جناب امین اللہ خان صاحب سالکؔ)

ملحوظ ہے اک خاطرِ استاذ[1] وگرنہ
کچھ علم ہی پختہ ہے نہ اندازِ روانی

قرآں ہے کہ سرچشمۂ اوصاف و کمال
قرآں ہے کہ گنجینۂ اسرار و معانی

ہر سورتِ قرآں ہے کہ اک سورتِ بے مثل
یہ ذکر و بیاں بہجتِ صوتی و لسانی

اس حُسن سے محروم ہیں توریت و اناجیل
جس حُسنِ مکمل کی ہے یہ زندہ نشانی

درجات و مساوات و مواخاۃ و مناجات
اللہ کی آیات ۔ نہ قصہ نہ کہانی

بن جاتا ہے قرآں کی ہدایت سے خدا دار
دار فتۂ اصنام، گنہگار و شبانی

اس دور میں قرآں کی ہے یہ شانِ کرامت
دمساز ہے گلبانگِ مسیحائے زمانی

ٹامس[2] کو نہ کچھ علم ہوا نظم جہاں کا
حقا کہ یہی ایک ہے آئینِ جہانی

دیکھیں نہ اگر وہ تو قصور ان کا عیاں ہے
یہ مہرِ جہاں تاب سدا نور فشاں ہے

---

[1] استاذی المحترم مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری کے ارشاد پر یہ چند اشعار کہے گئے۔

[2] ٹامس جیفرسن۔

اسلام کی عالمگیر اشاعت کا سوال

مدیر طلوعِ اسلام پرویز صاحب کی مایوسی کا اظہار

بہاولپور سے ایک صاحب نے مندرجہ ذیل کچھ سوالات جناب پرویز صاحب مدیر طلوعِ اسلام لاہور کی خدمت میں برائے جواب بھجوائے تھے۔

سوالات یہ ہیں :-

"(۱) کیا غیر مسلم اقوام کے درمیان موجودہ دور میں اسلام کو پھیلانے کا کام منظم طور پر کرنا ایک مستحسن اور ضروری کام سمجھا جا سکتا ہے ؟

(۲) کیا مسلمان حکومتوں کی امداد کے بغیر اور مسلمانوں کے موجودہ سیاسی، معاشی بلکہ اخلاقی تنزل کے پیشِ نظر یہ کام نتیجہ خیز ہو سکتا ہے ؟

(۳) کیا سبب ہے کہ اسلام میں دوسری اقوام کو جذب کرنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی۔ حالانکہ افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا کی بُت پرست اقوام آج بھی حلقہ بگوشِ عیسائیت ہو رہی ہیں ؟

(۴) کیا اس قسم کی تحریک کا عمدہ اثر خود مسلمانوں پر پڑ سکتا ہے ؟

(۵) کیا مسلمانوں کی آبادی کا مطلق بڑھ جانا اقوامِ عالم کی کشمکش کے پیشِ نظر مفید ہو سکتا ہے ؟

(۶) آپ کے خیال میں ایسی تحریک کے لوازم کیا ہونے چاہئیں تا کہ وہ کامیاب ہو سکے یہ خیال رکھتے ہوئے کہ مسلمان حکومتیں کوئی امداد نہ کریں اور نہ رکاوٹ ہی ڈالیں ؟"

ظاہر ہے کہ ایک دردمند مسلمان کا موقف اشاعتِ اسلام کے اہم مسئلہ میں نہایت واضح موقف ہے۔ قرآن مجید نے ہر مسلمان کی عمومی ذمہ داری قرار دی ہے کہ وہ دعوت الی الخیر کرے۔ مسلمان اہلِ علم کی بخاص ذمہ داری اشاعتِ اسلام کو مقرر فرمایا ہے اسی بنا پر امتِ محمدیہ کو قرآن مجید میں خَیْرَ اُمَّۃ قرار دیا ہے۔

اسلام ایک تبلیغی مذہب ہے وہ ساری قوموں اور سارے جہانوں کے لئے ہے۔ اس کا

دائرۂ اثر میں اصفر و احمر اور سیاہ و سفید انسان ہے۔ اسلام عالمگیر مذہب ہے۔ وہ نسلِ انسانی کے لئے آبِ حیات ہے۔ دنیوی و اخروی بہبود کا واحد ذریعہ ہے اسلئے مسلمانوں کا اوّلین فرض ہے کہ اس آبِ حیات کو انسانیت کے ہر فرد تک پہنچائیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس فرض کو ادا کیا۔ تابعین اسے ادا کرتے رہے۔ اسی بنا پر اسلام ربع مسکون میں پھیل گیا۔ جب سے بے عمل نام نہاد علماء اور عوام نے فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی میں سستی کی ہے اسلام کی ترقی میں رخنہ پیدا ہو گیا ہے۔

سوالات نہایت مناسب اور ضروری ہیں۔ پرویز صاحب چونکہ خود تبلیغِ اسلام کے عملی جہاد سے محروم ہیں اسلئے انہوں نے جو جوابات دیئے ہیں وہ مایوسی کا مرقع ہیں۔ اُن کے جوابات لفظ بلفظ درج ذیل ہیں۔ وہ تحریر کرتے ہیں :-

"ضرورت ہے کہ اس اہم مسئلہ پر سطحی جذبات سے الگ ہٹ کر حقائق کی روشنی میں غور و فکر کیا جائے اسلام نام ہے ایک نظامِ زندگی کا جو خدا کی طرف سے عطا کردہ غیر متبدل اصولوں اور مستقل اقدار کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ ان اصولوں کو علےٰ وجہ البصیرت سمجھ کر ان کی صداقت کو دل کی گہرائیوں سے تسلیم کرلینا ایمان کہلاتا ہے کسی کے مسلمان ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان اصول و اقدار کو 'بلا جبر و اکراہ' دل اور دماغ کے پورے اطمینان کے ساتھ صحیح اور سچا تسلیم کرے۔ اب آپ سوچیئے کہ کسی کو اس قسم کا یقین اور اطمینان دلانے کی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

اس کی پہلی شکل یہ ہے کہ غیر مسلم اہلِ فکر حضرات کو قرآنی تعلیم کی صداقت' فکری طور پر سمجھائی جائے اس وقت غیر مسلم اہلِ فکر حضرات کا بیشتر طبقہ مغربی مفکرین اور سائنسدان ہیں۔ اگر عالمِ اسلام میں ایسے اربابِ علم و فکر ہیں جو اُن مغربی مفکرین (وغیرہ) کو اُن کی علمی اور فکری سطح کے مطابق قرآنی تعلیم کی عظمت اور صداقت کا قائل کرا سکتے ہیں تو انہیں ضرور ایسا کرنا چاہیئے۔ قوموں کی باگ ڈور اُن کے اہلِ فکر طبقہ کے ہاتھوں میں ہوتی ہے اس لئے اگر مغرب کے اہلِ فکر طبقہ کو اس انداز سے قرآنی تعلیم کی صداقت کا قائل کرا دیا جائے تو اس کا اثر بہت دُور رس ہوگا لیکن اس وقت جو لوگ اشاعتِ اسلام کے کاموں میں نمایاں حصہ لینے کے مدعی ہیں ہمیں ان میں تو کوئی ایسا اہلِ فکر نظر نہیں آتا جو مغربی مفکرین کی علمی اور فکری سطح پر' انہیں اسلام کی عظمت کا قائل کرا سکے۔ کسی ایسے بلند پایہ اہلِ علم و فکر کا ہونا تو ایک طرف رہا اس باب میں ہماری تہی دامنی کی یہ کیفیت ہے کہ اس وقت (دنیا کی علمی اور معروف زبانوں میں سے) کسی زبان میں کوئی ایسی کتاب موجود نہیں (ہمارا مطلب انسانی تصنیف سے ہے) جسے ہم یہ کہہ کر غیر مسلموں کے سامنے پیش کر سکیں کہ اس سے تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ اسلام کیا ہے اور عالمِ انسانیت میں اس کا مقام کیا ہے؟ غیر مسلم تو ایک طرف' خود ہم اپنے نوجوان تعلیم یافتہ طبقہ کو کوئی ایسی کتاب نہیں دے سکتے جس سے وہ صحیح

اسلام کو سمجھ کر اس کی عظمت کے قائل ہو جائیں۔

اس وقت دنیا کی بڑی بڑی اقوام (جو دیگر اقوامِ عالم کی قیادت کر رہی ہیں) اپنے اپنے نظامِ زندگی سے بُری طرح تنگ آ چکی ہیں۔ وہ مغربی جمہوریت اور سرمایہ داری کا نظام کہن ہو یا روس کی اشتراکیت کی بساطِ نو ــــ سب اپنے بنائے ہوئے زنداں میں ہیں محبوس ــــ اور انہیں ان "قیدخانوں" سے نکلنے کی کوئی راہ دکھائی نہیں دیتی۔ قرآن انہیں اس جہنم سے نجات دلا سکتا ہے۔ اس لئے دنیا کے سامنے **قرآنی نظامِ حیات کے پیش کرنے کا اس سے زیادہ مساعد موقعہ شاید ہی کبھی ملا ہو۔**

اشاعتِ اسلام کی دوسری شکل یہ ہے کہ اقوامِ عالم مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر اسلام کی طرف کھینچ کر آ جائیں۔ اس باب میں مسلمانوں کی جو حالت ہے اس کے متعلق یہ کہنا قطعاً مبالغہ آمیز نہیں ہو گا کہ **مسلمان کی حالت خود اسلام کے راستہ میں روک بن کر حائل ہے**۔ جب دنیا کی کسی متمدن قوم کے فرد کے سامنے اسلام کی عظمت اور بلندی کا ذکر کیجئے تو اس کے لبوں پر معنی خیز تبسم بکھر جاتا ہے اور وہ طنز آمیز انداز سے کہہ دیتا ہے کہ اگر اسلام کی تعلیم ایسی ہی ہے تو اس کے ماننے والوں (مسلمانوں) کی حالت ایسی پست کیوں ہے؟ انہیں (مسلمانوں کو) چاہیئے کہ پہلے اسلام کا نسخہ اپنے امراض پر استعمال کریں اور جب ان کی حالت سُدھر جائے تو پھر اسے باقی دنیا کے سامنے پیش کریں۔ ان کا یہ جواب ہم پر کتنا ہی تلخ کیوں نہ گزرے ہے حقیقت پر مبنی۔ کوئی مریض کسی سے یہ کہنے کا حق نہیں رکھتا کہ اس کے پاس صحت کا مجرّب نسخہ ہے۔ کوئی بھکاری کسی سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ دولت کمانے کے بہترین طریق سے واقف ہے۔ اگر وہ ایسا کہیں بھی تو لوگ ان کی باتوں کا مذاق اُڑا کر آگے چل دیں گے۔ ذرا سوچئے تو سہی کہ ہم ان اقوام کو، جن کے ہم قدم قدم پہ دست نگر ہیں، کس مُنہ سے کہہ سکتے ہیں کہ تمہاری مشکلات کا حل ہمارے پاس ہے!" افریقہ، امریکہ اور آسٹریلیا کی بُت پرست اقوام اگر آج حلقہ بگوشِ عیسائیت ہو رہی ہیں" تو اسلئے نہیں کہ انہیں عیسائیت کی تعلیم میں صداقت نظر آتی ہے، وہ اس لئے عیسائی ہو رہی ہیں کہ عیسائیت کی طرف دعوت دینے والی اقوام بڑی ترقی یافتہ ہیں۔ وہ بُت پرست اقوام سمجھتی ہیں کہ اگر ہم ان کا مذہب اختیار کر لیں گے تو ہم بھی انہی جیسے ہو جائیں گے۔

ان حالات کی روشنی میں ظاہر ہے کہ دنیا کی **پست اقوام اسلام کی طرف اسی صورت میں متوجہ ہو سکیں گی جب انہیں دعوت دینے والے مسلمانوں کی حالت اُن سے بہتر ہو**۔ لیکن یہ صورت بھی اُسی وقت تک قائم رہ سکے گی جب تک ان پست اقوام میں تبلیغ کے لئے کوئی ایسی قوم میدان میں نہیں آئے گی جو معاشرتی اور معاشی طور پر مسلمانوں سے بہتر ہو۔

اس سے بھی آگے ایک اور مشکل ہے اور وہ یہ کہ آپ ان غیر مسلموں کے سامنے کونسا اسلام پیش

کریں گے۔ ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے ہاں بیسیوں فرقے ہیں اور ہر فرقہ اپنے اسلام کو سکہ بند اور دوسروں کے اسلام کو کھوٹا سکہ قرار دیتے ہیں۔ ہمیں آج تک وہ جگر پاش واقعہ نہیں بھولتا جب ایک (عیسائی) نومسلم ہمارے پاس آیا اور کہنے لگا کہ وہ فلاں صاحب کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا اب دوسرے فرقے کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ کافر ہے۔ اس نے کہا کہ میں کفر کو چھوڑ کر اسلام لایا تھا لیکن اگر اسلام لانے کے بعد بھی میں کافر ہی رہا تو اس سے اچھا میرا پہلا کفر تھا۔ اس میں کم از کم اپنے بال بچوں اور بھائی بندوں سے جدا تو نہیں ہوا تھا!

غیر مسلموں میں اشاعتِ اسلام سے پہلے کرنے کا کام یہ ہے کہ ہم اپنے گھر میں یہ فیصلہ کریں کہ اسلام ہے کیا؟ جب ہم اپنے ہاں ایک متفق علیہ اسلام کا فیصلہ کرلیں تو پھر اسے دوسروں کے سامنے پیش کرنا چاہیئے۔ اس وقت جو غیر مسلم اسلام لاتا ہے وہ سنّی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد، احمدی ہوتا ہے "مسلمان" نہیں ہوتا۔ حالانکہ جب رسول اللہ کسی کو مسلمان کرتے تھے تو وہ مسلمان ہوتا تھا سنّی، شیعہ، مقلد، غیر مقلد، احمدی نہیں ہوتا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلے ہمیں یہ فیصلہ کرنا چاہیئے کہ وہ متفق علیہ اسلام کیا ہے جسے تسلیم کرنے سے ایک شخص شیعہ، سنّی وغیرہ نہ ہو بلکہ صرف مسلمان ہوجائے۔

لیکن ہمارے علمائے کرام کی موجودگی میں اس قسم کے متفق علیہ اسلام کے سامنے آجانے کی کوئی صورت ممکن نہیں۔

اشاعتِ اسلام کی مؤثر ترین شکل یہ ہے کہ کسی ایک خطۂ زمین میں قرآنی نظامِ زندگی کو عملاً متشکل کیا جائے۔ جب اس نظام کے درخشندہ نتائج دنیا کے سامنے آئیں گے تو پست اقوام تو ایک طرف امریکہ اور روس تک بھی اس نظام کی صداقت کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے مجبور ہوجائیں گے۔ یہی وہ طریق تھا جسے نبی اکرمؐ نے اختیار فرمایا تھا جب اپنے مخالفین سے کہا تھا کہ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ۔ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ۔ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۶/۱۳۶) اے میری قوم! تم اپنی جگہ (اپنے پروگرام کے مطابق) کام کرتے جاؤ میں اپنی جگہ اپنے پروگرام کے مطابق کام کرتا ہوں۔ اس طرح تمہیں معلوم ہوجائیگا کہ اس گھر کا انجام کس کے حق میں جاتا ہے (اس دنیا کی کامیابی کس کے حصے میں آتی ہے)۔ تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے کہ ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوا کرتے۔
اس طریق سے جب قرآنی نظامِ حیات کے نتائج سامنے آئے تو وہ اس نظام کی صداقت کا زندہ ثبوت بن گئے اور دنیا نے يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (۱۱۰/۲) کا عالمتاب نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔
یہ ہے اشاعتِ اسلام کا مؤثر ترین طریقہ۔

لیکن یہ طریق اسی خطۂ زمین میں اختیار کیا جاسکے گا جہاں کے اربابِ بست و کشاد

(۱) اس حقیقت پر محکم یقین رکھتے ہوں کہ

قرآنی نظام میں یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ دُنیا کے ہر نظامِ حیات کے مقابلہ میں بلند ترین نتائج پیش کر سکے۔ اور

(ii) وہ اس نظام کو متشکل کرنے کی جرأت اپنے اندر رکھتے ہوں۔ اس لئے کہ جاہ پسند، سرمایہ دار اور مذہبی قدامت پرست ہر سہ طبقات کی طرف سے اس کی سخت مخالفت ہو گی۔ اس نظام میں فرعون، قارون اور ہامان تینوں ختم ہو جاتے ہیں اور بلند و بالا انسانیت باقی رہ جاتی ہے۔"

(طلوعِ اسلام لاہور اکتوبر ۱۹۶۰ء صفحہ ۷۳-۷۶)

معزز قارئین! جناب پرویز کے طویل جوابات مایوسی اور ناامیدی کا مرقع ہیں۔ پرویز صاحب کو اہلِ فکر غیر مسلموں کو پیغامِ حق پہنچانے کا اہل کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ وہ مسلمانوں کی عملی حالت کو "اسلام کے راستہ میں روک" یقین کرتے ہیں۔ پھر ان کے نزدیک مسلمانوں کی فرقہ بندی اشاعتِ اسلام میں سب سے بڑی روک ہے۔ فرماتے ہیں "ہمارے علماء کرام کی موجودگی میں متفق علیہ اسلام کے سامنے آجانے کی کوئی صورت ممکن نہیں"۔ اندریں حالات پرویز صاحب اسلام کی عالمگیر اشاعت سے ہی مایوس ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر پرویز صاحب کو شیعہ مسلمان، سُنی مسلمان اور احمدی مسلمان پسند نہیں تو وہ "محض مسلمان" بنا لیتے، مایوس کیوں ہو گئے؟ یہ تو بڑی بے ہمتی ہے۔

جناب پرویز صاحب کے نزدیک اشاعتِ اسلام کی مؤثر ترین صورت یہ ہے کہ ایک خطۂ زمین میں قرآنی نظام کو عملی شکل دیدی جائے۔ لیکن ان کے نزدیک ہنوز ایسا خطۂ زمین تیار نہیں ہوا۔ **خلاصہ یہ ہے کہ** پرویز صاحب **آج سے سات سال** پیشتر ہی اسلام کی عالمگیر اشاعت سے مایوس تھے اور ظاہر ہے کہ آج تو ان کی مایوسی انتہاء کو پہنچ چکی ہے۔ عملی طور پر انہوں نے سوائے ایک اُردو رسالہ ایڈٹ کرنے کے آج تک اشاعتِ اسلام کے لئے کچھ بھی نہیں کیا اور یہ ایک کُھلی حقیقت ہے کہ جہاں تک دنیا کی **عقل و فرزانگی** کا سوال ہے شاید باقی دوسرے لوگ بھی دَورِ حاضر میں پرویز صاحب کی طرح مایوسی کا شکار ہیں۔ مگر جو **سچے مومن** اسلام کو خدا کا زندہ مذہب یقین کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر ع) پر ایمان رکھتے ہیں وہ کبھی بھی اسلام کی عالمگیر اشاعت میں شک نہیں کر سکتے۔

جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہی یقین اور ایمان حاصل ہے۔ وہ ان لین صدی میں اپنی بے سروسامانی اور مخالف علماء کی شدید مخالفت کے باوجود مغرب کے اہلِ فکر کو برملا دعوتِ اسلام دے رہی ہے۔ احمدیوں کے مدبر، مفکر اور سائنسدان دنیا بھر کے اہلِ فکر کو زندہ اسلام کا زندہ پیغام دے رہے ہیں۔

احمدی جماعت اپنی عملی روحانی برتری کے ذریعہ دیگر تمام مذاہب کے پیروؤں کو اسلام کی

تبلیغ کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا نمونہ ہر جگہ مؤثر ترین ذریعۂ اشاعتِ اسلام ثابت ہو رہا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ "علماء کا متفق علیہ اسلام" معرضِ وجود میں نہیں آسکتا مگر اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ حقیقی اسلام تو متعین اور واضح ہے۔ پرویز صاحب کو یہ سوچنا چاہیئے کہ آج سے دو ہزار برس پیشتر جب یہود کی حالت ابتر تھی اور جب یہودی علماء بہتّر فرقوں میں منقسم تھے اور "متفق علیہا موسویت" موجود نہ تھی تو موسیٰ کے صحیح دین کو قائم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کیا طریق اختیار فرمایا تھا؟ کیا اُس نے اس کام کو یہودی علماء یا یہودی مفکرین کے ذمہ لگا دیا تھا یا اس نے اپنے فرستادہ مسیح ابن مریمؑ کو مبعوث فرمایا تھا جس کے ذریعہ ایک نئی جماعت قائم کر کے دینِ حق کی اشاعت کا انتظام فرمایا تھا؟ کیا آج اسی طرح اُمّتِ محمدیہ میں دینِ حق کا قائم کیا جانا عجیب ہے؟ کیا اسی طریق پر آج اسلام کی عالمگیر اشاعت کی بنیاد قائم نہیں ہو سکتی؟

جماعتِ احمدیہ اسلام کی نشأۃ ثانیہ کی علمبردار ہے۔ علماء کچھ کہتے رہیں، پرویز ایسے مفکر کوئی راگ الاپتے رہیں مگر آسمانی قرنا میں آواز دی جا چکی ہے۔ اسلام کی اشاعت کا بگل بج چکا ہے، اکنافِ عالم میں اسلام کے لئے مناسب ماحول تیار ہو رہا ہے، فرشتے آسمان سے نیک دل انسانوں کو اسلام کے لئے تحریک کر رہے ہیں اسلئے ہم تمام درد مند مسلمانوں کو بشارت دیتے ہیں کہ اسلام کی عالمگیر اشاعت کا دَور شروع ہو چکا ہے اور اسلام کی فوج کے سپاہی چار دانگ عالم میں پھیل رہے ہیں۔ آئیے آپ بھی اِس اسلامی فوج میں شامل ہو جائیں اور خدمتِ اسلام کے لئے جان، مال، اولاد اور ہر چیز کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرلیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق بخشے۔ آمین +

غلبۂ اسلام کی پیشگوئی

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰؑ کے آسمانوں سے زندہ اُترنے کے غلط عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نا امید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھیگا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ ۱۹۰۳ء)

شذرات

(۱) اسلامی اصول پر عمل پیرا ہونے کا ثمر

روزنامہ نوائے وقت لاہور لکھتا ہے :-

"مشرقی پاکستان ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مسٹر جسٹس محبوب مرشد نے کہا ہے کہ اسلامی اصولوں اور روایات کو اپنا کر اپنے معاشرہ میں ایک صحت مند انقلاب لا سکتے ہیں۔ ہماری پسماندگی کی ایک اہم وجہ یہ ہے کہ ہم اسلامی اصولوں اور روایات سے دُور ہوتے جا رہے ہیں جبکہ ہمارا ہمسایہ ملک چین انہی اصولوں کو اپنا کر دنیا کی عظیم ترین طاقت بن چکا ہے۔"

(نوائے وقت ۳ر اکتوبر ۶۷ء)

الفرقان - قابلِ غور یہ امر ہے کہ مسلمان "اسلامی اصولوں اور روایات" سے کیوں دُور ہو رہے ہیں؟ اس مرض کی تشخیص اور علاج ضروری ہے۔ اصل وجہ تو کمی ایمان اور فقدانِ یقین ہے۔

(۲) صحیح قسم کے مسلمان ؟

پرنسپل صاحب انٹر کالج جامعہ محمدی ضلع جھنگ لکھتے ہیں :-

"عربوں پر ایک نظر ڈالیے مسلمان ہونا اور چیز اور مسلمان کہا جانا اور چیز ہے اور صحیح قسم کا مسلمان ہونا اور چیز ہے کونسی بات ہے جو ان عربوں کے وجود میں عملی اعتبار سے صحیح قسم کے اسلام کی باقی رہ گئی ہے۔ یہی حال کم و بیش دوسرے اسلامی ممالک کا ہے۔ علماء، شعراء، رہنما، سیاست دان سب علمی اور تخیلی کاوشوں میں تو گرفت رہیں لیکن عقائد و اعمال و عبادات جو اسلام کا رنگ غالب ہے اور جس کی بناء پر پوری عمارت اسلام کھڑی ہے عملی اعتبار سے ان کے وجود میں یہ رنگ مفقود ہے۔" (نوائے وقت ۸ر فروری ۶۷ء)

الفرقان - جب مسلمان کہلانا اور ہے اور صحیح قسم کا مسلمان ہونا اور بات ہے تو پھر صحیح نتیجہ تو اسی صورت میں پیدا ہوگا جب مسلمان صحیح قسم کے مسلمان بن جائیں گے۔ کیا اس بنیادی کام کے لئے اللہ تعالیٰ

کے مامور کی ضرورت نہیں ؟

(۳) مسجد کی امامت کے لئے جھگڑا

اخبار مشرق کراچی (۵ ستمبر ۶۲ء) لکھتا ہے :-

"بہاولپور۔ گزشتہ روز یہاں ایک مسجد پر قبضہ جمانے کی کوشش میں دو مخالف گروہوں کے درمیان شدید تصادم ہوگیا۔ فریقین خانۂ خدا کے احترام اور آداب کو بالائے طاق رکھ کر ایک دوسرے سے گتھم گتھا ہوگئے۔ صورت حال اس قدر سنگین ہوگئی کہ اس پر قابو پانے کیلئے پولیس طلب کرلی گئی۔ بہاولپور کے سپرنٹنڈنٹ پولیس خود بھی موقع پر پہنچ گئے تھے۔

بتایا گیا ہے کہ یہاں مختلف عقائد رکھنے والے گروہ کافی عرصہ سے ماڈل ٹاؤن بہاولپور کی مسجد "الخضر" پر قبضہ جمانے اور اپنا پیش امام مقرر کرنے کے لئے رسہ کشی میں مصروف تھے۔ اس تنازعہ کی وجہ سے ان میں خطرناک حد تک کشیدگی پیدا ہوگئی تھی۔ گزشتہ روز یہ کشیدگی اور زیادہ سنگین صورت اختیار کرگئی اور دونوں گروہوں کے درمیان شدید گالی گلوچ شروع ہوگئی اور مار پیٹ کی نوبت آگئی۔ اس صورت حال پر قابو پانے کے لئے پولیس طلب کرلی گئی۔"

الفرقان - احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے علماء کے یہی حالات مذکور ہیں۔ کیا ایسے لوگوں سے اسلام کی کسی بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے ؟

(۴) مودودی صاحب اسلام کے لئے سخت خطرہ ہیں

روزنامہ امروز لاہور (۲۵ مئی ۶۲ء) نے شائع کیا ہے کہ :-

"مولانا حسین احمد مدنی کے قریبی ساتھی اور جمعیت العلمائے اسلام پنجاب کے ناظم اعلیٰ قاضی مظہر حسین نے فتویٰ دیا ہے کہ مولانا مودودی اور ان کے کسی مرید کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے اور جو لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ دوبارہ نمازیں پڑھیں۔ قاضی مظہر حسین جامع مسجد تلہ گنگ میں درس قرآن پاک دے رہے تھے انہوں نے مولانا مودودی پر کڑی نکتہ چینی کی اور کہا کہ مولانا مودودی کے عقائد غیر اسلامی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کو خبردار کیا کہ وہ مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے ہوشیار رہیں۔ مودودی اور جماعت اسلامی اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ مولانا مودودی اسلام کے عقائد اور مقاصد کے لئے سخت خطرہ ہیں۔"

الفرقان - مودودی صاحب اور ان کے پیروؤں کے لئے یہ لمحۂ فکریہ ہے۔ کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ مودودی صاحب خدا ترسی سے کام

لے کر اپنے عقائد و اعمال کا جائزہ لیں؟

(۵) دجال نظریۂ مادیت کا نام ہے شخص کا نہیں

اخبار مشرق (لاہور) مورخہ ۱۵؍ جولائی ۱۹۶۷ء میں امام مہدی کے متعلق ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ ایک روایت کے سلسلہ میں لکھا ہے:-

”اس روایت سے قیاس ہوتا ہے کہ دجال کو جس کی تعریف شاہ رفیع الدین نے یوں کی ہے کہ اسکے ماتھے پر بخطِ جلی ک۔ف۔ر لکھا ہوگا یعنی کھلا کفر۔ کوئی شخص نہیں بلکہ **نظریۂ مادیت** ہے۔ جس میں مذاہب اور عالمِ روحانیت کی کوئی گنجائش نہیں ہے یہی مادیت سائنسی ترقی کے ذریعے انسان کو خلائی پروازوں کے قابل بنا چکی ہے۔ اب تک روس اور امریکہ کے کتنے راکٹ اور خلائی جہاز اپنی منزلوں تک پہنچ چکے ہیں اور کتنے تباہ ہو چکے ہیں۔ اس کی صحیح تعداد تو متعلقہ ملک ہی جانیں مگر ان کے کامیاب تجربوں کی خبر ساری دنیا کو ہے۔“

الفرقان۔ اس زمانہ میں روس اور امریکہ جو نظریۂ مادیت کے سب سے بڑے علمبردار ہیں یاجوج و ماجوج کے مصداق ہیں اور دجال کی علامات بھی ان پر منطبق ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ دجال کا ظہور ہو چکا ہے کیا مسیح موعودؑ کے ظہور کا وقت ابھی نہیں آیا؟

(۶) جہاد کے لئے شرائط

احراری رسالہ تبصرہ لاہور لکھتا ہے:-

”جہاد کے لئے چند شرائط ہیں۔ اول ملک مسلمانوں کا ہو اور اس میں رائج الوقت قانون اسلام کا ہو (۲) مقابل آنے والی دشمن کی افواج غیر مذہب سے ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ خلیفۂ وقت مذہب کی روشنی میں علماء وقت سے فتویٰ لے کر حکم دیں۔“

(تبصرہ مئی ۱۹۶۷ء صفحہ ۴)

الفرقان۔ کیا مولوی صاحبان بتا سکتے ہیں کہ یہ شرائط ہندوستان میں موجود تھیں؟ اگر نہیں تھیں اور یقیناً نہیں تھیں تو ان کا یہ اعتراض کیا معنے رکھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انگریزی حکومت سے جہاد نہیں کیا؟

(۷) لفظ وحی اور شورش کاشمیری

مدیر چٹان (لاہور) نے لکھا کہ ”مرزا ناصر احمد نے یورپ سے مراجعت کے بعد کہا کہ مجھے اس دورہ کے لئے خدا کی طرف سے وحی ہوئی تھی۔“ (چٹان ۲؍ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ نے اپنے بیان میں لفظ وحی ہرگز استعمال نہیں فرمایا تھا۔ یہ تو اخبار نویسوں کا اضافہ ہے۔ البتہ حضور نے یہ فرمایا تھا کہ یہ دورہ اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اشارہ سے ہوا ہے۔ لفظِ وحی استعمال نہیں ہوا۔

جناب شورش صاحب لکھتے ہیں کہ:۔

"اگر وحی، نبوت کے علاوہ کسی اور شکل میں بھی عام آدمی پہ نازل ہوتی ہے تو اس طرز کی ایک وحی راقم پر بھی نازل ہوئی ہے۔" (چٹان ۲ راکتوبر)

ہم مدیر چٹان کو بتانا چاہتے ہیں کہ نبیوں کی وحی کے علاوہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں بھی وحی کا ذکر ہے۔ (۱) وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ تیرے رب نے شہد کی مکھی پر وحی نازل کی (النحل ع ۹)۔ (۲) بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا (الزلزال) تیرے رب کی طرف سے زمین پر وحی ہوگی۔ (۳) وَ اَوْحَيْنَا اِلٰى اُمِّ مُوْسٰى (القصص ع ۱) ہم نے موسیٰ کی والدہ پر وحی نازل کی۔ (۴) وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّيْنَ (المائدہ ع ۱۵) یاد کرو جب میں نے حواریوں پر وحی کی تھی۔

پھر ایک اور جگہ ایک اور قسم کی وحی کا ذکر بھی ہے جو تمام "مکذبین" سے تعلق رکھتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (الانعام ع ۱۴) کہ ہم نے اسی طرح ہر نبی کے لئے ایسے دشمن انسانوں اور جنوں میں سے بنا دیئے ہیں جو چکنی چپڑی ملمع سازی کی باتوں سے دھوکہ دینے کے لئے ایک دوسرے کو وحی کرتے ہیں۔

شورش صاحب پر کس طرز کی وحی نازل ہوئی ہے یہ وہ خود بتا سکیں گے؟

(۸) کثرت قبولیت "تائیدِ خاص" کی دلیل ہے!

مودودی صاحب کا رسالہ ترجمان القرآن لکھتا ہے:۔

"اس (اللہ تعالیٰ) کا خاص ضابطہ یہ ہے کہ مادی اسباب و وسائل کی کمی کا تدارک وہ بسا اوقات اپنی تائیدِ خاص سے کر دیتا ہے اور بے سروسامانی کے باوجود انہیں دین کے دشمنوں پر فتح عطا فرماتا ہے لیکن یہ بات یاد رہے کہ اس نے اپنے نام پر کبھی دنیا میں کھوٹے سکوں کو چلنے نہیں دیا۔"

(جولائی ۱۹۶۷ء صہ)

الفرقان۔ ہمارا استفسار یہ ہے کہ پھر جھوٹے مدعیٔ نبوت کا اپنے مقصد میں کامیاب ہونا کس طرح ممکن ہے؟ جھوٹے مدعیٔ نبوت سے بڑھ کر کونسا کھوٹا سکہ ہوگا؟ پس اگر

کوئی مدعی ہزاروں مخالفتوں کے باوجود اپنے نصب العین میں کامیاب ہو جائے اور اس کے دشمن ناکام ہو جائیں تو یہ اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید خاص اس کے شامل حال ہے۔ کیا مخالفین احمدیت اس دلیل کی روشنی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کو تسلیم نہ کریں گے؟

(۹) اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْآخِر اور لفظ آخِرُ الانبیاء

مودودی صاحب نے اپنی تازہ تفسیر میں لکھا ہے:-

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن مجید میں اہلِ جنت اور اہلِ دوزخ کے لئے خلود اور ابدی زندگی کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بات کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آخر ہے یعنی جب کچھ نہ رہے گا تو وہ رہے گا؟ اس کا جواب خود قرآن مجید میں ہی موجود ہے کہ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (القصص - ۸۸) یعنی ہر چیز فانی ہے اللہ کی ذات کے سوا۔ دوسرے الفاظ میں ذاتی بقا کسی مخلوق کے لئے نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز باقی ہے یا باقی رہیگی تو وہ اللہ کے باقی رکھنے سے باقی ہے اور اس کے باقی رکھنے ہی سے باقی رہ سکتی ہے ورنہ بذاتِ خود اسکے سوا سب فانی ہیں۔"

(ترجمان القرآن لاہور ستمبر ۱۹۶۷ء ص ۱۳)

الفرقان:- آخر الانبیاء کا مفہوم بھی اس اقتباس سے عیاں ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مقام حاصل ہے کہ آپؐ کی نبوت بالذات ہے اور باقی نبیوں کی نبوت بالواسطہ ہے۔ پس آپؐ کے بعد بھی ایسے نبی جو آپؐ کے ظلّ اور آپؐ کے تابع ہوں آخر الانبیاء کے منافی نہیں۔

(۱۰) اَبُوْبَکْرٍ خَیْرُ النَّاسِ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب و فضائل میں یہ مشہور حدیث ہے۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور میں حضرت ابوبکرؓ کے شمائل و صفات کا تذکرہ شائع ہوا ہے۔ جس کا عنوان اسی حدیث نبوی کو بنایا گیا ہے (نوائے وقت ۲۸ ستمبر ۱۹۶۷ء) یہ حدیث نہایت واضح ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ "ابوبکر سب لوگوں میں سے افضل ہیں سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو جائے"۔ جملہ اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ نَبِیٌّ صاف طور پر دلالت کرتا ہے کہ اس میں نبی کے آنے کا امکان ہے۔ اس حدیث میں کَانَ تامہ ہے اور اس کا مستقبل کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔ تا یہ ظاہر ہو کہ سوائے اس صورت کے کہ کوئی نبی پیدا ہو جائے ابوبکرؓ کو افضل الناس تسلیم کیا جائے۔

قرآن مجید کی آیات اُمتی نبی کے آنے پر دلالت کر رہی ہیں۔ اس حدیث میں امکان و وقوع کے پیش نظر کہا گیا ہے کہ اُمت کے نبیوں کے سوا باقی سب سے ابوبکرؓ افضل ہیں۔

(۱۱) تحریفِ بائیبل کی "تاویل"

عیسائی رسالہ "ھما" لکھنؤ "موسیٰؑ کی وفات سے متعلق آیات" کے زیرِ عنوان لکھتا ہے:-

"جس کسی پر یہ آیات نازل ہوئی ہونگی اس نے انہیں قلمبند کیا اور توریت سے پیوست کر دیا ہوگا خواہ کبھی لکھا اور پیوست کیا ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا"

آگے لکھا ہے:-

"وہ (علماءِ بائیبل) آج تک یہی کہتے آئے ہیں کہ توریت کے بعض بیانات میں اضافے ضرور ہوتے ہیں تاکہ ان کے تواریخی بیانات کو جامع و کامل بنا دیا جائے"

(ھما ستمبر ۱۹۶۷ء)

الفرقان۔ اگر الہامی کتاب کے ساتھ اسی طرح "آیات" مُلہم کی وفات کے بعد پیوست ہوتی رہیں اور اضافے کئے جاتے رہیں تو فرق تو بڑا پڑتا ہے مگر چونکہ عیسائی صاحبان کے اپنے مسلّمات کا معاملہ ہے اسلئے وہ یہ "تاویل" کر رہے ہیں۔ وہ "تواریخی بیانات کو جامع و کامل" بنانے کے خیال سے جو "اضافے" چاہیں کر دیں اس سے بقول ان کے تحریف نہیں ہوتی۔

(۱۲) اہلحدیثوں کی تکفیر بازی کی مشین

ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۵ ستمبر ۱۹۶۹ء) نے ایک مقالہ "مسئلہ تکفیر کی تحقیق!" کے عنوان سے شائع کیا ہے۔ مضمون نگار لکھتے ہیں:-

"مسئلہ تکفیر میں آج کل بہت افراط اور تفریط ہو رہی ہے۔ مسئلہ تکفیر میں حق و صواب پر بہت قلیل لوگ ہیں۔ عوام بہت پریشان ہیں کہ کس کو کافر سمجھا جائے اور کس کو نہ سمجھا جائے۔ انگریزی مسلمان اور جہلا کالانعام تو ہر کلمہ گو کو مسلمان تصوّر کرتے ہیں خواہ وہ مرزائی ہو یا چکڑالوی قدریہ ہو یا جبریہ۔ اہل بدعت تعزیہ پرست ہو یا قبر پرست، نیچری ہو یا پرویزی، مشرک فی الالوہیت ہو یا مشرک فی الرسالت، نماز کا تارک ہو یا آزاد خیال ملحد وغیرہ سب کو مسلمان کہتے ہیں کیونکہ یہ سب کلمہ گو ہیں۔ حالانکہ یہ سب گروہ بروئے قرآن و حدیث کافر اور مشرک ہیں اور علمائے اہل حق ان کے کفر پر متفق ہیں۔ اور بعض گمراہ فرقے اور گروہ ایسے ہیں جو اہلحدیث اور اہل سنت کو جو بروئے کتاب و سنت عقائد صحیحہ اور اعمالِ صالحہ

کے پابند ہیں کافر کہتے ہیں جو صریح غلو اور باطل عقیدہ اور رجعو تا مسلک ہے۔"

الفرقان: مضمون نویس نے سارے مقالہ میں اہوائے نفس کی پیروی کی ہے۔ اہلحدیثوں کو جب دوسرے علماء کہتے ہیں "ثنائی کافر، غزنوی کافر، لکھوی کافر، روپڑی کافر، ملتانی کافر، دہلوی اہلحدیث کافر" تو وہ کان پر انگلیاں رکھتا ہے اور جب وہ دوسرے کلمہ گو لوگوں کو کافر کہنے پر آتا ہے تو سوائے اہلحدیثوں کے سب کو کافر قرار دیدیتا ہے۔ تِلْکَ هِیَ قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔

(۱۳) غیر مبایعین کی دعوت کا جواب

غیر مبایعین عجیب قوم ہے نہ احمدیوں میں شامل اور نہ غیر احمدیوں میں داخل۔ کچھ عرصہ سے ان میں سے بعض کی بدزبانی کے باعث ہم نے انہیں نظر انداز کر رکھا ہے مگر حالت بھی ان کیلئے ناقابل برداشت ہو رہی ہے۔ ان کے مناظرین میر مدثر شاہ صاحب گیلانی، سید محمد حسین شاہ صاحب مرحوم، مولوی عبداللہ صاحب کشمیری، مولوی عصمت اللہ صاحب مرحوم، مولوی عمر الدین صاحب مرحوم اور سید اختر حسین صاحب گیلانی وغیرہم سے ہم تحریری و تقریری مناظرے کر چکے ہیں۔ کچھ فوت ہو گئے کچھ غیر احمدی ہو گئے اب اصل غیر مبایع مناظر کوئی بھی نہیں۔ اتمام حجت کے بعد ہم نے کہدیا ہے یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَهٗ عَاقِبَۃُ الدَّارِ۔ مگر پیغام صلح کو خاموشی کسی طور راس نہیں آتی۔ لکھتا ہے:۔

"جماعت ربوہ کا کوئی عالم جماعت لاہور کے کسی صاحب بصیرت کے مقابلہ میں آنے کی تاب نہیں لاتا۔ خلیفہ صاحب کے خالد بن ولیدوں میں سے اب صرف ایک خالد ہی باقی رہ گیا ہے اور یہی جماعت احمدیہ لاہور کی انکو بھی دعوت ہے کہ وہ جب چاہیں عقائد کے بارے میں خیال آرائی کر سکتے ہیں۔"

(پیغام صلح ۴ ؍ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

یہ انداز تحریر یقیناً خدا ترسی پر دلالت نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے جلیل القدر صحابہؓ فوت ہو گئے ہیں ہم سب بھی فوت ہونیوالے ہیں۔ یہ صداقت بہر حال اٹل حقیقت کی طرح قائم ہے اور یہی دنیا تک قائم رہیگی کہ جسے خدائے قدوس نے اپنی پاک وحی میں محمودؓ قرار دیا تھا وہ فی الواقع خدا کا محمود تھا رضی اللہ عنہ وارضاہ اسکے کارنامے ہمیشہ تک برہان قاطع رہیں گے۔

میرا تو خیال نہیں لیکن اگر غیر مبایعین میں کوئی صاحب بصیرت بزرگ باقی ہیں اور وہ مجھ سے بات کرنے کیلئے بیتاب ہیں تو آئیں "جماعت احمدیہ میں خلافت" کے موضوع پر جو فریقین میں اصل بنیادی اختلاف ہے، سات پرچے ہو جائیں۔ چار مدعی کے اور تین معترض کے۔ ہر پرچہ پندرہ فلسکیپ صفحات سے زائد نہ ہوگا۔ صرف دلائل سے گفتگو ہوگی کسی قسم کی بد تہذیبی کی ہرگز اجازت نہ ہوگی۔ پرچے طبع ہو کر افادہ عام کیلئے شائع کر دیئے جائیں گے اگر یہ صورت آپ لوگوں کو منظور ہے تو اسے مقرر کیا جائے جسے آپ سب لوگ "صاحب بصیرت" مانتے ہوں۔ پیغام صلح کو جان لینا چاہیئے کہ آیت کریمہ اَوَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ کے مطابق غلبہ جماعت احمدیہ کیلئے مقدر ہو چکا ہے اس آسمانی تقدیر کو آپ لوگ کبھی بدل نہیں سکتے۔ موت و حیات تو ہر انسان کے ساتھ لازم ہے مگر جماعت احمدیہ میں ایک ایک خالد کی بجائے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں خالد ظاہر ہو رہے ہیں نبیوں کی جماعتوں کا یہی نشان ہے

اِذَا سَیِّدٌ مِّنَّا خَلَا قَامَ سَیِّدٌ ۔ قَؤُوْلٌ بِمَا قَالَ الْکِرَامُ فَعُوْلٌ

الفتویٰ[۱]

استفتاء

ایک شخص مہدی موعود کے آنے سے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ اور آسمان سے نزول مسیح علیہ السلام کے بارے میں جس پر تمام اہلسنت دلی یقین رکھتے ہیں۔ لغو سمجھتا ہے۔ کیا ہم اس کو اہل سنّت میں سے اور راہِ راست پر سمجھ سکتے ہیں۔

جناب شورش کا بیان:۔

"آسمان سے کوئی مسیحا نہیں آئیگا
اور نہ ہی مہدی موعود قدم رنجہ
فرمائیں گے۔" (چٹان ۲ر جولائی ۱۹۶۲ء)

کیا ہم ایسے شخص کو اہل سنّت میں سے سمجھ سکتے ہیں۔ ایک جیّد عالم اس درجہ خائف ہیں۔ جواب میں فرماتے ہیں جناب شورش کی طرف توجہ نہ ہی دی جائے تو بہتر ہے۔ ظاہر ہے کتنا غیر مناسب جواب ہے۔ اس لئے آپ سے رجوع کر رہا ہوں۔ امید ہے جلد جواب دیں گے۔

منور احمد ایم ایس سی
بیرون شیرانوالہ گیٹ
لاہور

الجواب

اگر نام لینے کے بجائے زید و عمرو کر کے سوال کرتے تو مسئلہ وہ بھی لکھ دیتے اور نام لینے سے جب تک اس کی تحقیق نہ ہو کہ واقعی اس شخص نے ایسا لکھا ہے یا نہیں جواب مناسب نہیں۔ لہذا جواب یوں ہے کہ جس نے بھی ایسا لکھا یا کہا ہو وہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں راہِ راست پر نہیں گمراہ ہے اور گمراہ کرنے والا ہے اور یہ بھی احتیاط کر کے کہا گیا ہے اور دُور دراز کی تاویل کر کے ورنہ فقہائے کرام نے تو اس شخص کو کافر قرار دیا ہے جو حدیث خبر واحد کی بھی توہین و استخفاف یا حقارت سے انکار کرے۔ شرح فقہ اکبر ص ۲۰۳۔

وفی الخلاصۃ من ردّ حدیثاً قال بعض مشائخنا یکفر وقال المتأخرون ان کان متواتراً کفر اقول ھذا ھو الصحیح الا اذا کان ردّ حدیث الاحاد من الاخبار علیٰ وجہ الاستخفاف والاستحقار والانکار

واللہ اعلم

کتبہ جمیل احمد تھانوی
مفتی جامعہ اشرفیہ نیلہ گنبد لاہور
۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

دار الافتاء
الجامعۃ الاشرفیۃ لاہور

۱؎ اصل فتویٰ دفتر الفرقان میں محفوظ ہے (ادارہ)

قرآن مجید کی وجہ تسمیہ

سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونیوالی کتاب کا نام قرآن کیوں رکھا گیا؟

مستشرقین کے ایک اعتراض کا جواب

(محترم جناب شیخ عبد القادر صاحب ۔ لاھور)

مستشرقین کا یہ اعتراض ہے کہ نزول قرآن کے وقت سُریانی زبان میں تلاوتِ صُحُفِ مقدسہ کو "قریانا" کہا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں سے اپنی کتاب کا نام اخذ کیا۔

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں جرمن مستشرق ولہاسن اور بعض دوسرے علماء کی یہ تحقیق درج ہے کہ سُریانی کلیسیا میں قریانا یا قِریانا وِرد و تلاوت کے معنوں میں مستعمل تھا جس کا رُوٹ قَرَاء ہے۔ عربی میں قَرَأَ کے معنے پڑھنے کے ہیں۔ یہ معنے سُریانی یا عبرانی سے مستعار ہیں خالص عربی معنے نہیں ہیں۔

جان فاسٹر اپنی کتاب Beginning from Jerusalam میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت محمد عربیؐ نے ابتداء میں جب اس نئے مذہب کی تبلیغ شروع کی تو آپ یہودیوں اور مسیحیوں سے متاثر تھے۔ قرآن مجید کی رُو سے آپ کو جبریل کی معرفت خدا کا پیغام ملتا تھا۔ لفظ قرآن خود ایک سیحی سُریانی اصطلاح ہے جو گرجا میں وِرد و تلاوت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔" (تیسرا باب)

آج ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن سُریانی لفظ ہے یا عربی۔ یہ لفظ عربی لغت کا سرمایہ ہے یا سُریانی کا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کا رُوٹ قَرَأَ ہے۔ جس کے عربی میں دو معنے ہیں (۱) پڑھنا (۲) جمع کرنا یا اکٹھا کرنا۔ فُعلان کے وزن پر اس کا مصدر قُرآن ہے جیسے رَجَحَ سے رُجحان ہے۔ یہ خالص عربی لفظ ہے۔ اس لفظ کا استعمال عربی لغت میں ہمیں ملتا ہے۔

تورات میں بھی تلاوتِ صحف کو قُرَأ کہا گیا۔

سُریانی میں قَرَاَ کے معنے پڑھنے کے ہیں۔ عبرانی
و سُریانی زبانیں عربی کے سرچشمہ سے نکلی ہیں۔ ان
تینوں زبانوں میں سینکڑوں الفاظ مشترک معانی
رکھتے ہیں۔ یہ مسلّم ہے کہ سامی زبانوں میں قدیم ترین
عربی زبان ہے۔ پیکس بائیبل کومنٹری کے جدید
ایڈیشن میں تسلیم کیا گیا ہے کہ سامی زبانوں کی ماں
وہ قدیم زبان ہے جو کہ عرب میں بولی جاتی تھی۔
(ج 2 ص) اندریں صورت اخذ و اقتباس کا
احتمال عربی کی بجائے دوسری شاخوں کے متعلق
ہوگا۔ ولیم سن اُلٹی گنگا چلاتے ہیں، سُریانی کو
عربی پر فائق سمجھتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مقالہ نویس
نے ایک پتے کی بات لکھی ہے۔ دیکھا جائے کہ
قرآن نے اس لفظ کا استعمال کن معنوں میں کیا ہے؟
لفظ قرآن کی لغت خود قرآن نے بیان کی ہے۔
ہمیں کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ سورۃ القیامہ
میں فرمایا:۔

إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ
فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ

اس کتاب کا جمع کرنا بھی ہمارے
ذمہ ہے اور اس کو (دنیا کے سامنے)
سُنانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پس
جب ہم اسے پڑھ لیا کریں تو بھی
پڑھ لیا کر۔

سورۃ بنی اسرائیل میں فرمایا:۔

وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ
الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا۔

صبح کا پڑھنا یعنی تلاوت سحر
اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک مقبول
عمل ہے۔

ظاہر ہے کہ لفظ قرآن کے معنے پڑھنے یا پڑھ کر
سُنانے کے ہیں۔ اسم مطلق کی صورت میں اس کے
معنے ایسی کتاب کے ہیں جو کہ سراسر پڑھی جانیوالی
اور سراپا تلاوت ہے۔

شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں لفظ
قرا کے متعلق قرآنی حوالے پیش کرنے سے پیشتر
لکھا گیا ہے:۔

"The exact meaning must be sought in the usege of the Kurán itself where the Verb Karaa (قَرَأ) frequently occors."

قرآن نام کے حقیقی معنوں کیلئے
ہمیں لفظاً قرآن کی طرف رجوع
کرنا ہوگا۔ جس میں مصدر قَرَاَ
(پڑھنے کے معنوں میں) بتکرار
آیا ہے۔

بہرکیف قرآن عربی لفظ ہے جس کے معنے پڑھنے اور سراپا تلاوت کے ہیں۔ اس لفظ کا استعمال عربی زبان میں باہر سے نہیں آیا بلکہ اندر سے پھوٹا ہے۔ قرآن حکیم نے قرآن کے رُوٹ قَرَأَ کی لغت جگہ جگہ بیان کی ہے۔ اُمّ الالسنہ عربی زبان کی انگشتری میں یہ لفظ نگینے کی طرح جڑا ہوا ہے۔ یہ لفظ سُریانی سے مستعار نہیں بلکہ عربی کا سرمایہ ہے۔

لفظِ قرآن کے معانی

عربی میں قَرَأَ کے بنیادی معنی اکٹھا کرنے اور سمیٹنے کے ہیں۔ چونکہ پڑھنے میں حروف نظر کے سامنے مجتمع ہوتے ہیں اس لئے پڑھنے کے عمل کو قَرَأَ کہتے ہیں۔ پھر پڑھ کر سُنانے میں کسی امر کا اعلان مدنظر ہوتا ہے اس لئے سامی زبانوں میں اس کے معنی اعلان کے بھی ہیں۔ قرآن کے معنے جہاں پڑھنے کے ہیں وہاں اس کے وسیع تر معنے جامع مہیمن اور ایسی کتاب کے بھی ہیں جس میں ساری نسلِ انسانی کے لئے اعلان عام ہے۔

۱۔ پڑھی جانے والی کتاب جو کہ سراپا تلاوت ہے۔

۲۔ آسمانی صداقتوں کو اپنے اندر جمع کرنے والی کتاب۔

۳۔ ایسی کتاب جس نے اللہ تعالیٰ کے پیغام کا اعلان کیا۔ جو بجائے خود اعلان عام ہے۔

یہ ہیں لفظ قُرآن کے مختصر معانی۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آخری آسمانی کتاب کا نام قرآن رکھنے میں کیا کیا حکمتیں ہیں۔ اس سلسلہ میں بعض مناسبتیں قابلِ غور ہیں۔

(۱)

لفظِ قرآن کا رُوٹ نزولِ قرآن کی بنیاد اور اساس ہے۔ غارِ حرا میں سب سے پہلی وحی اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ کے الفاظ میں اُتری۔ جبریل نے کہا اِقْرَأْ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِئٍ کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبریل امین نے بالآخر آپ کو زور سے بھینچا اور آپ کی زبان وحی ربانی کے تحت چلنے لگی اور اس پر قرآن جاری ہوگیا۔ یہ کتاب سبقاً سبقاً آپ کو پڑھا دی گئی۔ چونکہ قرآنی وحی تمام و کمال اِقْرَأْ کے بعد نازل ہوئی اسلئے اس کا آسمانی نام قرآن نہایت درجہ مناسب اور موزوں نام ہے۔

(۲)

یسعیاہ نبی کی ایک بشارت میں بھی وحیٔ قرآنی کی طرف ایک لطیف اشارہ موجود ہے۔ سرزمینِ عرب میں وحیٔ ربانی کے نزول کی کیفیت کیا ہوگی، لکھا ہے:۔

"پکارنے والے کی آواز! بیابان میں خداوند کی راہ درست کرو۔ صحراء (عرب) میں ہمارے خدا کے لئے شاہراہ ہموار کرو۔ ہر ایک نشیب اونچا کیا جائے اور ہر ایک پہاڑ اور ٹیلہ

پست کیا جائے اور ہر ایک
ٹیڑھی چیز سیدھی اور ہر ایک
ناہموار جگہ ہموار کی جائے۔
خداوند کا جلال آشکارا ہوگا اور
تمام نوعِ انسان اُسے دیکھے گی کیونکہ
خداوند نے اپنے مُنہ سے (یہ)
فرمایا ہے۔"
"سُنو کوئی کہہ رہا ہے "قَـرَا"
ایک شخص[1] نے جواب میں کہا اَقْـرَا
دیکھو خداوند خدا بڑی قدرت
کے ساتھ آئیگا اور اُس کا بازو
اس کے لئے سلطنت کریگا۔ وہ
چوپان کی مانند اپنا گلّہ چرائیگا۔
وہ برّوں کو اپنے بازوؤں میں
جمع کرے گا اور اپنی بغل میں لیکر
چلے گا۔ اور ان کو جو دُودھ پلاتی
ہیں آہستہ آہستہ لے جائے گا۔"
(یسعیاہ ۴۰/۱۱)

یہ[2] عظیم الشان بشارت پیغمبرِ عرب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی شاندار فتوحات اور آپ کے ذریعہ برپا ہونے والے روحانی انقلاب کی آئینہ دار ہے۔ اس بشارت کے شروع میں صحرائے عرب میں شاہراہِ مستقیم کے تعمیر ہونے کا ذکر ہے جس عبرانی لفظ کا ترجمہ "صحرا" کیا جاتا ہے وہ "عَـرَبَـة" ہے جس سے مراد بدرجہ اولیٰ ملک عرب ہے۔ پھر یہ بتایا کہ اس انقلاب کی بنیاد ایک غیبی آواز قَـرَا ہے جس کا ترجمہ کیا جاتا ہے "زور سے پکار یا منادی کر" جواب میں موردِ وحی کہتا ہے "اَقْرَاُ" "کیا منادی کروں؟" "قَـرَا" وہی لفظ ہے جس کے معنے عبرانی میں پکارنے، منادی کرنے اور پڑھنے[2] کے ہیں۔ نبیٔ عرب صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلی وحی میں اسی قسم کا تجربہ ہوا۔ جبریل نے پکارا اِقْرَأْ۔ آپ نے کہا مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ جبریل نے دوبارہ آپ کو بھینچ کر ایسا کہا۔ آپ نے ایک ہی جواب دیا مَا اَنَا بِقَارِئٍ۔ تیسری دفعہ جبریل نے آپ کو خوب زور سے دبا کر کہا:-

[1] عام تراجم میں "ایک نے کہا" کی بجائے "میں نے کہا" کے الفاظ ہیں۔ نیو ورلڈ ٹرانسلیشن نے پہلا ترجمہ دیا ہے اور یہی درست ہے:-

Listen! Someone is saying "Call out!" And one Said: what shall I "call out"?

[2] یسعیاہ نبی کے صحیفہ میں دوسری جگہ "لاموور قـرا" آیا ہے: "اس نے کہا یہ کتاب پڑھ" (۲۹/۱۱) اس سے ظاہر ہے کہ قـرا کے معنے پڑھنے کے بھی ہیں۔

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ
خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ
عَلَقٍ ۝ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ
الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

روایت ابن ہشام میں ہے کہ جب تیسری دفعہ جبریل نے مجھے بھینچا فَقَالَ اِقْرَأْ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مَاذَا اَقْرَأُ میں کیا پڑھوں؟ یہ روایت اور اس کے الفاظ یسعیاہ نبی کی بشارت کے عین مطابق ہیں۔

ورقہ بن نوفل نے جب یہ واردات سُنی تو وہ پہچان گئے کہ یہ مثیل موسیٰ کی وحی ہے کیونکہ ان کے سامنے تورات کی مثیل موسیٰ والی پیشگوئی تھی۔ یسعیاہ کی بشارت کہ نبیٔ موعود کی نبوت ہاتف جبریل کی پکار قَرَأْ سے شروع ہوگی۔ پھر اسی پیغمبر کی پیشگوئی کہ نبی عربی کو ہجرت کرنا پڑیگی ان کے پیش نظر تھی۔ وہ پہچان گئے کہ یہ وہی وحی ہے جس کی یسعیاہ نبی نے قَرَأْ کے لفظ سے خبر دی۔ ورقہ بن نوفل نے کہا کاش میں بھی اس وقت زندہ ہوتا جب تمہاری قوم تمہیں نکالے گی۔ یسعیاہ نبی نے "عرب کی بابت الہامی کلام" میں نبیٔ موعود کی ہجرت کی خبر دی ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ قرآنی وحی صحف سماوی اور خود قرآن حکیم کی رُو سے اِقْرَأْ کے بعد اور اس کے جواب میں نازل ہوئی اس لئے اس وحی کا نام قرآن اتنا پیارا اور موزوں نام ہے کہ ایک عظیم عاشقِ قرآن کی طرح ہر انسانی رُوح وجد کرتی ہوئی کہتی ہے ؎

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

(۳)

یسعیاہ نبی کی بشارت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی کے نزول میں اتنی گہری مشابہت ہے کہ مستشرقین بھی اسے نظر انداز نہیں کر سکے۔ پروفیسر السنہ سامیہ Rev. Alphonse Mingana نے اس کا ذکر یوں کیا ہے کہ:-

اقرأ باسم ربك الذى
خلق۔ خلق الانسان من
علق۔

See a striking narration in the annalist Ibn Hisham P. 152, 109 sqq. who represents the Prophet as responding to this voice, "What shall I cry?" we cannot help thinking of the following

words found in the prophet Isaiah

قول امر قوله و امر منه اقرأ

"The Voice of (one) saying, cry, and he said What shall I cry?"
The Verb قرأ which is used in both texts in the same sense will astablish a curious and hardly accidental coincidence (Leaves from three ancient Qurans Possibly Pre Othmanic Page XI) 1914 edition by Agnes Smith Lewis

"ابن ہشام کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِقْرَأْ کے جواب میں فرمایا"

مَاذَا اَقْرَأُ میں کس چیز کو پکاروں؟ ہمیں لامحالہ ان الفاظ کی طرف جانا پڑتا ہے جن کا ذکر یسعیاہ نبی کی بشارت میں ہوا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں:-

ایک آواز نے کہا تُو پکار (قْرَأْ)
اور اس نے جواب دیا (اَقْرَأْ)
میں کیا پکاروں؟

مصدر قَرَأَ جو کہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ میں قرآن شریف نے استعمال کیا ہے وہی مصدر یسعیاہ نبی نے استعمال کیا۔ دونوں جگہ ایک ہی مفہوم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔ یہ اتفاقی توارد نہیں بلکہ نہایت عجیب بات ہے" مستشرقین کا یہ اقرار قابلِ غور ہے۔
یسعیاہ نبی کی بشارت سے ظاہر ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ڈیڑھ ہزار سال پیشتر دنیا کو یہ بتا دیا گیا کہ پیغمبرِ عرب پر وحی کے نزول کی کیا کیفیت ہو گی؟ جس آسمانی وحی کی اساس لفظ قَرَأَ ہو اس کا نام قرآن، نہایت درجہ حکیمانہ نام ہے۔

(۴)

تورات اور صحفِ انبیاء میں قَرَأَ کے ایک معنی منادی کرنے اور اعلان کرنے کے آئے ہیں۔ یہ معنے دراصل "پڑھنے" کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ قَرَأَ کے معنے خود پڑھنے اور بلند آواز سے پڑھ کر سنانے کے ہیں تاکہ دوسرے سُن لیں ظاہر

ہے کہ اعلان، منادی اور بلند آواز سے پکارنے کے معنی اس میں شامل ہیں۔ قَرَأَ کے معنے پیغام کے پہنچانے کے بھی ہیں۔ "اقرأ علیه السلام" کے معنی ہیں "میرا اسلام اس کو پہنچا دو"

پرویز صاحب کے لغات القرآن میں لکھا ہے:۔

"بعض کا خیال ہے کہ قَرَأَ عبرانی لفظ ہے جس کے معنی اعلان کرنے کے ہیں۔ اِس اعتبار سے اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ (۹۶/۱) کے معنی ہوں گے تُو اپنے نشوونما دینے والے کی صفتِ ربوبیت کا عام اعلان کر دے۔ یہ وہی چیز ہے جسے سورۃ مدثر میں قُمْ فَأَنْذِرْ۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (۷۴/۲-۳) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے قرآن کے معنی اعلانِ عام کے ہوں گے۔"

حل لغت سے ظاہر ہے کہ عربی میں قَرَأَ کے معنے "بلند آواز سے پڑھ کر سُنانے"، "پیغام پہنچانے" کے ہیں۔ اعلان اور منادی کے معنی قَرَأَ کے وسیع تر معانی میں شامل ہیں۔ عبرانی کی طرف رجوع غیر ضروری ہے جو کہ بجائے خود عربی کی خوشہ چیں اور اس کی شاخ ہے۔

(۵)

منادی یا اعلان عام میں جس طرح بادشاہ یا حاکم کا فرمان پڑھا جاتا ہے۔ اسی طرح اِقْرَأْ میں حکم ہوا کہ اے بندے آج سے تو میرا منادی ہے مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ بن کر اعلان کر دے کہ ایک لمبے زمانہ کے بعد دوبارہ وحی کا نزول شروع ہوتا ہے اس پروردگار کے نام سے اعلان کر جس نے تجھے پیدا کیا، جس نے انسان کو اپنے تعلق محبت کے خمیر سے گوندھا۔ قَرَأَ کے ان معنوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

"اِقْرَأْ وہ پہلا لفظ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس میں اسلام کے ظہور کے ساتھ ہی بعض عظیم الشان پیشگوئیوں کا اعلان کر دیا گیا۔ اِقْرَأْ کے اصل معنے گو کسی لکھی ہوئی چیز کے پڑھنے کے ہیں مگر اس کے ایک معنے اعلان کرنے کے بھی ہیں۔ اور یہ دونو معنے ایسے ہیں جو اس مقام پر نہایت عمدگی کے ساتھ چسپاں ہوتے ہیں۔" (تفسیر کبیر سورہ علق صفحہ ۲۴۹)

ان معنوں کے لحاظ سے قرآن وہ کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھ کر سُنانے والی ہے جس میں نسلِ انسانی کی بہبود کے لئے اعلان عام ہے جس میں ادا مرو نواہی کی منادی ہے۔

(۶)

بیسویں صدی کے شروع میں قرون اولیٰ کے نصاریٰ کی دُرِ ثمین "غزلاتِ سلیمان" کا انکشاف ہوا۔ یہ صحیفہ سُریانی نظموں کا مجموعہ ہے بعض نظمیں حواریوں کی طرف اور بعض حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔ غزل ۲۳ میں ایک آسمانی کتاب کے نزول کی بشارت ہے۔ لکھا ہے:۔

"اللہ تعالیٰ کا ارادہ ایک خط کی مانند تھا۔ اس کی مرضی آسمان سے اُتری اور وہ اس تیر کی طرح بھیجی گئی جو نہایت تیزی سے کمان سے چھوڑا گیا...... یہ خط دراصل ایک **فرمان** تھا جس میں تمام کے تمام علاقے مخاطب تھے۔

یہ خط دراصل ایک بڑی کتاب تھی جس کا ہر ہر حرف خدا کی انگلی نے لکھا تھا"

(Odes of Soloman" Ode No, 23)

The Lost Books of the Bible by the Word Publishing company New York

اس غزل میں آسمانی خط کو حکم اور فرمان کا نام دیا گیا۔ قرآن اسی فرمان کا اعلانِ عام ہے۔

(۷)

قَرَأَ کے بنیادی معنی ہیں جمع کرنا (ابن فارس) اَقْرَأَتِ النَّاقَةُ کے معنی ہیں نر کا مادہ منویہ اونٹنی کے رحم میں قرار دیا گیا اور جمع ہو گیا۔ قَرَأَتِ النَّاقَةُ اونٹنی حاملہ ہوگئی۔ خون کے رحم میں جمع ہونے کو بھی قَرْء کہتے ہیں۔

زجاج نے کہا ہے قُرآن بھی یہیں سے فُعْلَانٌ کے وزن پر مصدر ہے۔ اس کے معنی جمع کرنے کے ہیں۔ قرآن کو قرآن اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ سورتوں کو جمع کرتا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے ملاتا ہے۔ ابن الاثیر نے کہا ہے کہ کتاب اللہ کو قرآن اس لئے کہتے ہیں کہ اس نے اپنے اندر قصص، امر، نہی، وعدہ، وعید، اور آیات اور سورتوں کو باہم گو جمع کر دیا ہے۔ امام راغب کہتے ہیں کہ اس کا نام قرآن اس لئے رکھا گیا ہے کہ یہ خدا کی نازل کردہ تمام کتابوں کے ثمرہ کو اپنے اندر جمع کئے ہوئے ہے بلکہ تمام علوم کے محاسن کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

ان معنوں کے لحاظ سے قرآن جامع اور مہیمن کتاب ہے۔ آیت کریمہ فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ میں انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔

(۸)

لفظ قرآن میں یہ پیشگوئی ہے کہ یہ کتاب سب سے زیادہ پڑھی جائے گی۔ فلپ ہٹی اپنی کتاب تاریخ عرب میں رقمطراز ہیں :۔

" اگرچہ قرآن مجید عہد آفریں
کتابوں میں سب سے کم عمر ہے لیکن
دنیا میں جتنی کتابیں لکھی گئی ہیں ان
میں سب سے زیادہ پڑھی جانے
والی کتاب ہے۔"

(۹)

اِس وضاحت کے بعد اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ قرآن سُریانی لفظ ہے یا عربی۔ قَرَأَ کی لغت سُریانی کی مرہونِ منّت ہے یا عربی کی؟ ولہاسن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قَرَأَ کے معنی عربی میں پڑھنے کے ہیں۔ اپنے اصل کے لحاظ سے یہ عربی معنی نہیں بلکہ سُریانی ہیں۔ سامی زبانوں میں چونکہ سینکڑوں الفاظ مشترک ہیں اسلئے اصلیتِ الفاظ کو پرکھنے کے لئے کوئی معیار ہونا چاہیئے۔ علم اللسان کا مسلّمہ معیار یہ ہے کہ جس زبان میں کسی لفظ کے مکمّل معانی موجود ہوں، بنیادی معنے بھی ہوں اور ثانوی بھی، وہ لفظ اسی زبان کا سرمایہ ہے۔ مثلاً قَرَأَ رُوٹ لیجیئے عربی میں اس کے بنیادی معنی جمع کرنا، اکٹھا کرنا اور سمیٹنا کے ہیں۔ چونکہ پڑھتے وقت ہماری نظر میں سارے الفاظ مجتمع ہو جاتے ہیں حروف و کلمات کو یکجا کرنے کے بعد پڑھنے کا عمل شروع ہوتا ہے اسلئے عربی میں پڑھنے کے لئے بھی قَرَأَ آیا ہے۔ پھر چونکہ کسی فرمان یا حکم کا پڑھنا گویا اعلانِ عام ہوتا ہے اسلئے قَرَأَ کے معنے اعلان کے بھی ہیں۔ عربی میں یہ سارے معنی اور دیگر ثانوی معانی مستعمل ہیں لیکن دوسری سامی زبانوں میں بنیادی معنی تو سرے سے مفقود ہیں ثانوی معانی بھی سب کے سب نہیں ملتے۔ مثلاً عبرانی میں قَرَأَ کے معنی پڑھنے، پکارنے، چلانے، اعلان یا منادی کرنے کے ہیں۔ جمع کرنے اور سمیٹنے کے بنیادی معنے نہیں ملتے۔ گویا صرف ثانوی معنی موجود اور حقیقی معنی مفقود ہیں۔ سُریانی میں قَرَأَ کے معنی پڑھنے کے ہیں دوسرے معانی نظر انداز ہو گئے۔ اس کے برعکس عربی میں مکمّل معانی موجود ہیں۔ اس کا منطقی نتیجہ ہر عقلمند یہی نکالیگا کہ عربی چونکہ سامی زبانوں میں مسلّمہ طور پر قدیم ترین زبان ہے اسلئے قَرَأَ کے معنی عربی سے دوسری زبانوں میں گئے ہیں نہ کہ دوسری سامی زبانوں سے عربی میں آئے ہیں۔ قَرَأَ رُوٹ کا مصدر فُعْلَانٌ کے وزن پر قُرْآن ہے۔ سُریانی کا قِریانہ عربی میں آکر قرآن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ رُجحان اور کُفران کی طرح فُعلان کے وزن پر بہت سے الفاظ عربی میں موجود ہیں۔ قِریانہ سُریانی گرائمر کے مطابق ہے اور قرآن عربی قواعد کے مطابق۔

اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ لفظ قُرآن عربی خاتم کا نگینہ ہے۔ عربی سے دوسری شاخیں پھوٹیں خوشہ چینی انہوں نے کی نہ کہ عربی نے۔ ایک چشمہ کوہسار کی چوٹیوں سے نیچے گرتا ہے اور میدان میں آکر ندی نالوں میں بٹ جاتا ہے اور راستے کی چیزیں اس میں شامل ہو جاتی ہیں کون شخص یہ کہے گا کہ یہ الائشیں اوپر سے نیچے آئی ہیں؟ اس نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے مستشرقین

جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد

جہادِ تبلیغ ہر احمدی کا فرض ہے

سیّدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی زرّیں نصائح

مربیانِ سلسلہ کے لئے مشعلِ راہ

امام ہمام سیّدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سفر یورپ کے دوران ۲۸ جولائی ۱۹۶۷ء کو اپنے قلم مبارک سے مولانا ابو العطاء صاحب فاضل کے نام ایک رُوح پرور مکتوب تحریر فرمایا تھا اس میں حضور نے اشاعت اسلام کے تعلق میں اس انقلاب انگیز نکتہ کی نشان دہی فرمائی کہ:-

"ہم غریب جماعت ہیں باتنخواہ مبلغ رکھ کر قیامت تک ہمارا کام ختم نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر ہم سب مل کر تبلیغ کے جہاد کے لئے صدق دل سے کمربستہ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ہماری کوششوں کو نوازیگا۔"

(الفضل ۱۱ اگست ۱۹۶۷ء)

حضرت امام ہمام ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ پُرمعرفت فرمان پوری جماعت کے لئے عموماً اور مربیانِ سلسلہ کے لئے خصوصاً مشعلِ راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ وجہ یہ کہ سیّدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے آج سے اکتیس برس پیشتر اپنی ایک تقریر میں جو حضورؓ نے ۷؍ نومبر ۱۹۳۵ء کو بمقام قادیان ارشاد فرمائی تھی مبلّغینِ احمدیت کو انتہائی واضح الفاظ میں کھول کھول کر بتا دیا تھا کہ ان کا اصل فرض یہ ہے کہ وہ ایک ایک احمدی کے دل میں اشاعتِ اسلام کی زبردست رُوح پھونک دیں۔

ذیل میں سیّدنا المصلح الموعود (نوّر اللہ مرقدہٗ) کے اس قیمتی اور اہم خطاب کا ایک ضروری اقتباس سپردِ اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو تبلیغ اسلام اور دنیا میں عالمگیر قرآنی حکومت کے قیام سے متعلق اپنے دینی فرائض سمجھنے کی توفیق بخشے اور خلیفۂ وقت کے منشاء مبارک کے مطابق ان کی بجا آوری کی توفیق عطا فرمائے تا پوری دنیا جلد سے جلد حضرت رسولِ خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے جھنڈے تلے جمع ہو کر خدا کی امان کے نیچے آجائے اور آنحضرت صلعم کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح محمدی علیہ السلام کی بعثت کا مقصد پورا ہو۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

(سلسلہ احمدیہ کا ادنیٰ خادم ــــــ دوست محمد شاہد)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے طلبہ جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

"قرآن کریم سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص جماعت کو دین کی خدمت کا ذمہ وار قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورہ آل عمران ع۱۱) اور دوسری طرف فرماتا ہے كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ سارے مومنوں کا فرض ہے کہ دعوت الی الخیر کریں، تو ایک خاص جماعت کا ہونا ضروری ہے، اور یہ لازمی چیز ہے۔ کوئی فوج اس وقت تک کامیاب نہیں جب تک اس کا ایک خاص حصہ کام کے لئے مخصوص نہ ہو ــــ تمام نیچر میں یہی بات نظر آتی ہے کہ ایک ذرہ مرکزی ہوتا ہے۔ مذہبی تبلیغ کے لئے بھی ایک ایسا مرکز ہونا چاہیئے جو اپنے اردگرد کو متأثر کر سکے اور دوسروں سے صحیح طور پر کام لے سکے۔ یہی غرض مبلغین کی ہے لیکن عام طور پر خود مبلغین نے بھی ابھی تک اس بات کو نہیں سمجھا۔ وہ سمجھتے ہیں کہ وہ احمدیت کے سپاہی ہیں اور کام انہیں خود کرنا ہے۔ مگر جو یہ سمجھتا ہے وہ سلسلہ کے کام کو محدود کرتا ہے۔ ہم خدمتِ دین کے لئے کس قدر مبلغ رکھ سکتے ہیں۔ اس وقت ساٹھ ستر کے قریب کام کر رہے ہیں جن کا جماعت پر بہت بڑا بوجھ ہے اور چندے کا بہت بڑا حصہ ان پر خرچ کرنا پڑتا ہے مگر وہ کام کیا کرتے ہیں۔ اگر کام کرنے والے صرف وہی ہوں تو سلسلہ کی ترقی بند ہو جائے۔ ان کے ذریعہ سال میں صرف دو تین سو کے قریب لوگ بیعت کرتے ہیں اور باقی جن کی تعداد کا اندازہ دس بارہ ہزار کے قریب ہے جماعت کے لوگوں کے ذریعہ احمدیت میں داخل ہوتے ہیں۔ رہے مباحثات جو مبلغین کو کرنے پڑتے ہیں یہ اسی وقت تک ہیں جب تک ہمارے ملک کے لوگوں کے اخلاق کی اصلاح نہیں ہوتی۔ مباحثات پبلک کے اخلاق کی خرابی کی وجہ سے کرنے پڑتے ہیں ..... ہمارا یہ مقصد نہیں کہ علماء مباحثات کے لئے پیدا کریں بلکہ علماء کی غرض یہ ہے کہ وہ آفیسر کی طرح ہوں جو کام لیں یا اس گڈریے کی طرح جو

ذمہ ایک گلّے کی حفاظت کرنا ہوتی ہے اور یہ کام دس بیس مبلّغ بھی عمدگی سے کر سکتے ہیں۔ جب تک ہمارے مبلّغ یہ نہ سمجھیں اسوقت تک ہمارا مقصد پورا نہیں ہوسکتا۔ مبلّغ کے معنے وہ یہ سمجھتے ہیں کہ غیروں کو مخاطب کرنے والا۔ مگر صرف یہ معنے نہیں بلکہ اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ غیروں کو مخاطب کرانے والا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون مبلّغ ہوسکتا ہے؟ مگر آپؐ کس طرح تبلیغ کیا کرتے تھے؟ اِس طرح کہ شاگردوں سے کراتے تھے۔ صحابہؓ میں آپؐ نے ایسی رُوح پھونک دی کہ انہیں اُس وقت تک آرام نہ آتا تھا جب تک خدا تعالیٰ کی باتیں لوگوں میں نہ پھیلا لیں۔ پھر صحابہؓ نے دوسروں میں یہ رُوح پھونکی اور انہوں نے اَوروں میں۔ اور اس طرح یہ سلسلہ جاری رہا حتّٰی کہ مسلمانوں نے اس بات کو بُھلا دیا تب خدا تعالیٰ نے اس رُوح کو دوبارہ پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا۔ اس طرح بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی تبلیغ کر رہے ہیں۔ پس علماء کا کام یہ ہے کہ وہ ایسے لوگ پیدا کریں جو دوسروں کو تبلیغ کرنے کے قابل ہوں۔ وہ خدمتگزاری اور شفقت علی الناس کا خود نمونہ ہوں اور دوسروں میں یہ بات پیدا کریں۔ مگر عام طور پر مبلّغ لیکچر دے دینا یا مباحثہ کر لینا اپنا کام سمجھتے ہیں اور خیال کر لیتے ہیں کہ ان کا کام ختم ہوگیا۔ اس کا ایک نتیجہ تو یہ ہو رہا ہے کہ لوگ شکایت کرتے ہیں کہ علماء بیکار رہتے ہیں۔ بات اصل میں یہ ہے کہ تقریر کرنے یا مباحثہ کرنے کے بعد مبلّغ کو اِس بات کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ کچھ آرام کرے کیونکہ بولنے کا کام مسلسل بہت دیر تک نہیں کیا جاسکتا۔ بولنے میں زور لگتا ہے اور تقریر کے بعد انسان نڈھال ہوجاتا ہے۔ مبلّغ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ہر روز کئی کئی گھنٹے تقریر کرے۔ اگر کوئی ایسا کرے تو چند ماہ کے بعد اسے سِل ہوجائیگی وہ مرجائیگا۔ پھر روزانہ کہاں اِس قدر لوگ مِل سکتے ہیں جو اپنا کام کاج چھوڑ کر تقریریں سُننے کے لئے جمع ہوں۔ پس یہ کام چونکہ ایسا نہیں جو مسلسل جاری رہ سکے اسلئے لوگوں کو شکایت پیدا ہوتی ہے کہ مبلّغ فارغ رہتے ہیں حالانکہ ان حالات میں ان کا فارغ رہنا قدرتی امر ہے۔

دراصل انہوں نے اپنے فرض کو سمجھا نہیں۔ وہ کہہ دیتے ہیں جب ہمارے پاس کوئی آیا ہی نہیں تو ہم سمجھائیں کسے؟ اس وجہ سے ہم فارغ رہتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اپنا یہ فرض سمجھتے کہ ان کا کام صرف تقریر کرنا ہی نہیں

بلکہ لوگوں کے اخلاق کی تربیت ہے انہیں تبلیغ کرنے کے قابل بنانا ہے اور پھر وہ اپنا تصنیف کا شغل ساتھ رکھیں۔ جہاں جائیں لکھنے پڑھنے میں مصروف رہیں۔ کوئی ادبی مضمون لکھیں، کسی مسئلے کے متعلق تحقیقات کریں، ضروری حوالے نکالیں، تاریخی امور جمع کریں تو پھر ان کے متعلق یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ فارغ رہتے ہیں۔ یہ تاریخی مختلف کام ہیں جن کی طرف ہمارے مبلغین کو توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی مبلغ کہیں جاتا اور وہاں تصنیف کا شغل بھی جاری رکھتا تو لوگ یہ نہ کہتے کہ وہ فارغ رہا بلکہ یہی کہتے کہ لکھنے میں مصروف رہا۔ مگر مبلغین کو اس طرف توجہ نہیں اور یہی وجہ ہے کہ تصنیف کا کام نہیں ہو رہا..... جو آئندہ مبلغ بننے والے ہیں ..... میں انہیں نصیحت کرتا ہوں کہ وہ وہی طریق اختیار نہ کریں جو اُن سے پہلوں نے کیا اور جس کی وجہ سے نوحصے کام ضائع ہو اور صرف ایک حصہ ہو رہا ہے۔ اس طرح جماعت کی ترقی نہیں ہو سکتی کیونکہ جو مبلغ اپنے اوقات کی حفاظت نہیں کرتے اور انہیں صحیح طور پر صرف نہیں کرتے وہ جماعت کے لئے ترقی کا موجب نہیں بن سکتے۔ جو لوگ آئندہ مبلغ بننے والے ہیں وہ اپنے اوقات کی پوری طرح حفاظت کرنے کا تہیہ کرلیں۔ ان کا کام صرف اپنے

مُنہ سے تبلیغ کرنا نہیں بلکہ دوسروں کو دینی مسائل سے آگاہ کرنا۔ ان کے اخلاق کی تربیت کرنا، ان کو دین کی تعلیم دینا، ان کے سامنے نمونہ بن کر قربانی اور ایثار سکھانا اور انہیں تبلیغ کے لئے تیار کرنا ہے۔ گویا ہمارا ہر ایک مبلغ جہاں جائے وہاں دینی اور اخلاقی تعلیم کا کالج کھل جائے۔ کچھ دیر تقریر کرنے اور لیکچر دینے کے بعد اور کام کئے جاسکتے ہیں مگر متواتر بولا نہیں جا سکتا کیونکہ گلے سے زیادہ کام نہیں لیا جا سکتا مگر باقی قویٰ سے کام لے سکتے ہیں..... پس میں مبلغین کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اپنا کام جو سمجھا ہوا ہے وہ ان کا کام نہیں ہے یہ بہت چھوٹا اور محدود کام ہے... مبلغ کا کام یہ ہے کہ جماعت کو تبلیغ کا کام کرنے کیلئے تیار کرے اور اُن سے تبلیغ کا کام کرائے۔ اس طرح خدا تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی ترقی ہو سکتی ہے، پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ سکتی ہے۔ اسی طرح جماعت کی تربیت کی طرف مبلغین کو توجہ کرنی چاہیئے۔ جماعت کے بیکاروں کے متعلق تجاویز سوچنی چاہئیں۔ بیاہ شادیوں کی مشکلات کو حل کرنے کیلئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔ غرض جس طرح باپ کو اپنی اولاد کے متعلق ہر بات کا خیال ہوتا ہے اسی طرح مبلغین کو جماعت سے متعلق ہر بات کا خیال ہونا چاہیئے کیونکہ وہ جماعت کیلئے باپ یا بڑے بھائی کا درجہ رکھتے ہیں۔"

(الفضل ۲۴ نومبر ۱۹۴۵ء)

النظرات

(جناب ابو النصر نورانی کے قلم سے)

"عارضۂ قلب"

آجکل مدیر المنبر بعارضۂ قلب صاحبِ فراش ہیں۔ چنانچہ المنبر کی اشاعت ۲۲ ستمبر ۱۹۶۷ء میں خالد اشرف صاحب نے جو لکھتے ہیں ان کی صحتیابی کے لئے جلی حروف میں دعا کی اپیل کی ہے۔ اسی اشاعت کا آغاز خود مدیر صاحب تفہیم و تذکیر کے زیر عنوان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"راقم شدید مرض (عارضہ قلب) میں مبتلا ہونے کے باعث نقل و حرکت اور تحریر و تقریر سے روک دیا گیا ہے۔" (ص۳)

ایسی صورت میں میرا مشورہ ہے کہ انکو چاہیئے کہ اخبارات کا مطالعہ بھی نہ کیا کریں، خاص کر احمدی اخبارات تو بالکل نہ پڑھیں کیونکہ ان میں ایسی خبریں پڑھنا ان کی صحت کے لئے خاص طور سے مضر ہے شلاً:-

"سعودی عرب کے بارے دوسری بُری خبر یہ پہنچی ہے کہ پچھلے دنوں مرزا غلام احمد کے پوتے اور قادیانیوں کے تیسرے خلیفہ مرزا ناصر احمد نے یورپ کا جو دورہ چوہدری ظفراللہ خان کی معیت میں کیا اور اس دورے کو "تبلیغ اسلام" کے لئے جہاد کی صورت میں پیش کیا گیا، اس دورے کی فلم بطور خاص سعودی عرب میں ٹیلی ویژن پر دکھائی گئی۔"

(المنبر ۲۲ ستمبر ۱۹۶۷ء ص۶)

ایسی صورت میں بعض دفعہ بیماری ہلاکت کی صورت اختیار کر لیتی ہے

بوکھلاہٹ

اسی اشاعت میں مدیر کے قلم سے احادیث دربارۂ دجال کے بارہ میں ایک مضمون شائع ہوا ہے دجال کے متعلق تین احادیث مع ترجمہ نقل کرنے کے بعد آپ لکھتے ہیں:-

"احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح کے ظہور سے پہلے یہودیوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائیگا۔ لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ صرف اسرائیل میں ۲۷ لاکھ یہودی آباد ہیں،

جنہوں نے ساڑھے پانچ کروڑ مسلمانوں کو حال ہی میں شکست دی ہے اور ان سے پچیس ہزار مربع میل رقبہ بھی چھین لیا ہے۔ لہٰذا یہ عیاں ہے کہ یہودیوں کی موجودگی میں جو بھی شخص مسیح موعود ہونے کا اعلان کرے گا وہ کاذب ہوگا۔

اس لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی جس نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے وہ کاذب ہے۔"

اب آیئے تینوں احادیث کی عبارت کا مطالعہ کریں۔ آپ پہلی حدیث "ارشاد اوّل" کے زیرِ عنوان نقل کرتے ہیں۔ اس میں مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔ (ہم یہاں اختصار کیلئے آپکا ترجمہ ہی نقل کرتے ہیں):-

"اس وقت جب یہ رجل صالح نماز فجر کی امامت کے لئے آگے بڑھے گا تو اچانک عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ اس پر مسلمانوں کے امام پیچھے مقتدیوں کی صف کی جانب الٹے پاؤں لوٹیں گے تاکہ عیسیٰ علیہ السلام کو امام بنائیں تو عیسیٰ علیہ السلام امام المسلمین (مہدی علیہ السلام) کے کندھوں پر ہاتھ رکھیں گے اور فرمائیں گے آپ ہی آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ اس نماز کی اقامت آپ ہی کے لئے کہی گئی ہے۔ اس پر ان کے امام نماز پڑھائیں گے جب امام نماز پڑھا کر اپنی جگہ سے ہٹیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے (شہر پناہ کا) دروازہ کھول دو! دجّال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھ لے گا اور اس وقت اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی تلواروں سے مسلح ہوں گے اور فاخرانہ ریشمی لباس زیب تن کئے ہوں گے۔ دجّال جونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھے گا ویسے ہی گلنا شروع ہو جائے گا، جیسے نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے اور وہ راہِ فرار اختیار کرے گا لیکن حضرت عیسیٰ کہیں گے تجھے ضرب کاری لگانا میرے لئے مقدر ہو چکا ہے، تو اس سے بھاگ نہیں سکتا۔ تو حضرت عیسیٰ دجّال کو شرقی جانب لُد کے مقام پر جا لیں گے اور اسے قتل کر دیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ یہود کو شکست فاش دے گا۔ تو اللہ کی پیدا کردہ کوئی چیز ایسی نہ ہوگی، جو کسی یہودی کو پناہ دے۔ ہر چیز حتّٰی کہ پتھر، درخت، دیواروں اور چوپایوں تک کو اللہ تعالےٰ قوّت گویائی عطا فرمائیں گے اور پکار پکار کر اپنے پیچھے چھپتے ہوئے یہودی کی اطلاع مسلمانوں کو دیں گے اور اسے قتل کروا دیں گے بجز "غرقد" پودے کے۔ یہ یہود کے مخصوص و محبوب درختوں میں سے ہے۔" (ص ۱۳-۱۴)

ارشادِ ثانی کے ماتحت جو حدیث ہے اس میں ہے کہ:-

"حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نماز سے فارغ ہو کر کہیں گے ! میرے اور خدا کے دشمن (الدجال) کے مابین راستہ چھوڑ دو (ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق) دجال (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی) اس طرح پگھلنا شروع ہو جائے گا جس طرح روغن سورج کی شدت میں پگھلتا ہے۔ (حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق) اور جیسے نمک پانی میں حل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ (اس معرکے میں) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دجال کے لشکر پر فتح عطا فرمائے گا اور مسلمان انہیں قتل کریں گے حتیٰ کہ حجر و شجر مسلمانوں کے نام لے لے کر انہیں پکاریں گے' اے عبداللہ! عبدالرحمٰن! اے مسلم! یہ یہودی ہے اسے قتل کیجئے! اس وقت یہود کو فنا کر دے گا اور مسلمان غالب آجائیں گے۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ ختم کر دیں گے۔" (ص۱۶)

"ارشاد ثالث" کے زیر عنوان جو حدیث مدیر المنبر نے نقل کی ہے اس میں ہے کہ :-

" عیسیٰ علیہ السلام دجال کی جانب آگے بڑھیں گے اور اسے قتل کر دیں گے حتیٰ کہ شجر و حجر پکاریں گے روح اللہ! یہ یہودی کا ہے' یہ یہودی ہے۔ تو دجال کے پیچھے لگنے والے تمام لوگ (جو بالعموم یہودی ہوں گے) سب کے سب قتل کر دیئے جائیں گے۔"

(ص۱۸-۱۹)

اب غور فرمائیے ان تینوں احادیث میں تو کہا گیا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہونگے یہود موجود ہوں گے۔ مگر خدا جانے مدیر المنبر نے کیسے کہہ دیا ہے کہ" احادیث میں مذکور ہے کہ حضرت مسیح کے ظہور سے پہلے یہودیوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا" کیا اب احادیث کے ذکر کے مطابق یہ ثابت نہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام "صادق" ہیں؟ خدارا غور فرمائیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں اور آپ کو کیا کہنا چاہیئے ؟+

(راقم ابونصر نورانی)

الفرقان کے دو خاص نمبر

(۱) درویشانِ قادیان نمبر

الفرقان کا یہ ایک خاص نمبر ہے جس سے ۱۹۴۷ء کی تقسیم ملک کے بعد قادیان میں دھونی رمانے والوں کی زندگی اور تبلیغی حالات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ فوٹو بھی شامل ہیں۔ صفحات ۱۹۰۔ قیمت اڑھائی روپے۔

(۲) حضرت حافظ روشن علی نمبر

سلسلہ کے جید و نامور عالم ہمارے خاص استاد کے متعلق جامع رسالہ ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

(مینجر الفرقان ربوہ)

عظمتِ قرآن پاک کس نظریہ سے ثابت ہوتی ہے؟

ترتیبِ آیات و سُوَر کے متعلق مودودی بیان اور جماعت احمدیہ کا نظریہ

(جناب شیخ خورشید احمد صاحب نائب مدیر الفضل)

امیرِ جماعت "اسلامی" جناب مودودی صاحب سے ایک سوال اور اس کا جواب ہفت روزہ ایشیا لاہور سے درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"س۔ سورۃ التغابن اور المنافقون میں باہمی ربط اگر بیان فرمائیں تو ممنون ہوں گا۔

ج۔ سورتوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کی کوشش میرے نزدیک غیر ضروری ہے۔ ضروری نہیں کہ جو ربط محسوس ہو اصل وجہِ ربط بھی وہی ہو۔ اسلئے میرے نزدیک ایسی کاوشوں پر وقت صرف کرنا مناسب نہیں۔"

(ہفت روزہ ایشیا لاہور ۲۴ ستمبر ۱۹۶۷ء)

اِس جواب سے ظاہر ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک چونکہ قرآن کریم کی سورتوں میں جو ربط محسوس ہو ضروری نہیں کہ اصل وجہِ ربط بھی وہی ہو لہٰذا وہ قرآن کریم کی مختلف سورتوں میں باہمی ربط تلاش کرنا غیر ضروری سمجھتے ہیں۔

اگر یہ دلیل درست ہے تو پھر قرآن کریم کی تفسیر کرنا بھی غیر ضروری قرار دیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ ضروری نہیں کہ جو تفسیر کسی کو محسوس ہو وہی صحیح ہو۔

اب آئیے قرآن پاک کی سورتوں اور آیات کے باہمی ربط کے متعلق ایک اَور بیان ملاحظہ فرمائیے۔ جماعت احمدیہ کے سابق امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نقطۂ نگاہ اس بارے میں یہ ہے:۔

حضور سورۃ القصص کی آیت وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"دوسرے معنے اِس آیت کے یہ ہیں کہ ہم نے اِس قول یعنی قرآن کریم

کو ایسا بنایا ہے کہ اس کی ہر آیت دوسری آیت کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور اس کے تمام مضامین میں نہایت اعلیٰ درجہ کی ترتیب پائی جاتی ہے مگر افسوس کہ مسلمانوں نے ترتیب قرآن کے مسئلہ کو ہی نظر انداز کر دیا ..... یہی وجہ ہے کہ پہلے مفسّرین میں سے ابن حیان کے سوا کسی نے ترتیب کے مسئلہ کی طرف توجہ نہیں کی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن کریم کی فضیلت میں یہ بیان فرمایا ہے کہ اس میں اعلیٰ درجہ کی ترتیب پائی جاتی ہے تاکہ لوگ اس پر غور کر کے نصیحت حاصل کریں ..... جو شخص اس نیت سے قرآن پڑھتا ہے کہ یہ غیر محدود خزانہ ہے اور اس کی ترتیب نہایت اعلیٰ درجہ کی ہے وہ اس سے فائدہ اٹھا لیتا ہے مگر جو اس نیت سے نہیں پڑھتا وہ فائدہ اٹھانے سے محروم رہتا ہے۔" (تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ سوم صفحہ ۲۰۸ تا صفحہ ۲۱۲)

اِن ہر دو بیانوں کو پڑھکر قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ آیا قرآن کریم کی سورتوں اور آیات میں باہمی ربط تلاش کرنا ضروری ہے یا غیر ضروری۔ اور اس بارے میں کونسا نقطۂ نگاہ قرآن کریم کے کمالات اور اس کی حقیقی وارفع شان کو ظاہر کرنے کا موجب ہے؟ +

خدایا رحم کر ان پر کہ آخر یہ مسلماں ہیں

(محترم جناب امین اللہ خان سالکؔ)

تھا باعث شان و شوکت کا جو استخلاف کا وعدہ
مسلماں آج وہ عہدِ خلافت بھول بیٹھے ہیں

نہ کچھ بے تابی ایفا نہ کچھ جذبِ فداکاری
انہیں ہے یاد نعرہ اپنا جماعت بھول بیٹھے ہیں

حقائق کو سمجھ کر بھی صداقت کو چھپاتے ہیں
یہ ناداں اب تقاضائے قیامت بھول بیٹھے ہیں

عمل پیرا ہے اب کافر نظامت کے اصولوں پہ
مسلماں ہو کے یہ روحِ سیادت بھول بیٹھے ہیں

انہیں ہے ادّعا تاہم کہ یہ اصحابِ قرآں ہیں
خدایا رحم کر ان پر کہ آخر یہ مسلماں ہیں

فلسطین کے عربوں کی انتہائی مظلومیت

[ذیل کا مقالہ عنوان بالا کے تحت روزنامہ الفضل قادیان میں ۹ر نومبر ۱۹۳۶ء کو خاکسار نے لکھا تھا۔ آج اسلئے نقل کیا جاتا ہے تا وہ ظالم طبع اور نا خدا ترس لوگ جو جماعت احمدیہ پر اسرائیل کی حمایت وغیرہ کا سراسر مفتریانہ الزام لگاتے ہیں وہ ہمارے جذبات کا اندازہ لگا سکیں اور خدا سے ڈریں۔ (ابوالعطاء جالندھری)]

"فلسطین کی المناک حالت

فلسطین، ارضِ مقدسہ آج انسانی خون سے لالہ زار بن رہی ہے۔ عرب بچوں، عورتوں، جوانوں اور بوڑھوں کے خون سے اسے سینچا جا رہا ہے۔ فرزندانِ فلسطین، ہاں صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کے گرویدہ فرزندانِ فلسطین مرنے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ ذلت کی زندگی اور یہود کی ماتحتی پر آزادانہ موت کو ترجیح دے رہے ہیں۔ ہر عرب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ فلسطین، ہاں سطوتِ فاروقی کا یہ نشان مسلم قوم سے ان کی زندگی میں چھینا نہیں جا سکتا۔ وہ مر جائیں گے، وہ اس عَلَم کو ہاتھ سے دینے سے پیشتر خود ڈھیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ دنیا جانتی ہے کہ ہفتوں کے بعد ہفتے اور مہینوں کے بعد مہینے گزرتے جا رہے ہیں مگر فلسطین سے آنے والی ہر خبر دنیائے اسلام کے زخمی دلوں پر نمک پاشی کر رہی ہے، وہ ایک تیر ہوتی ہے جو خونبار قلوب میں پیوست ہو کر رہ جاتی ہے۔ کروڑوں مسلمانوں کی نگاہیں فلسطین کی طرف ہیں۔ کروڑوں منصف مزاج اور رحمدل غیر مسلم اہلِ فلسطین کی مصیبت میں ان سے ہمدردی رکھتے ہیں مگر آہ! آج طویل انتظار کے باوجود فلسطین میں ابھی خونی ہولی ختم نہیں ہوئی اور انگاروں پر لوٹنے والے دلوں کے لئے کوئی سامانِ راحت میسر نہیں ہوا۔

فلسطین میں فوجی مظاہرہ

ابھی کل کی خبر ہے کہ ہندوستان سے انگریزی فوجیں فلسطین روانہ کی گئیں۔ بعض دیگر ممالک سے انگریزی فوج ہزاروں کی تعداد میں پہلے سے پہنچ چکی ہے۔ بیسویں صدی میں فلسطین ایسے چھوٹے سے ملک میں یہ فوجی مظاہرہ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ طاقت کے زور پر یہود کو عربوں پر مسلّط کرنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ عربوں کے گھر اور ان کی زمینیں یہود کو دیدینے کا فیصلہ کر لیا گیا۔ عرب آج بے یار و مددگار ہیں اسلئے طاقت سے مرعوب کر کے یہودی حکومت کا جوا انکی گردن پر رکھنے کا ارادہ کر لیا گیا ہے۔ عربوں کا اتنا ہی جرم ہے کہ انکی حمیت اور انکی غیرت فلسطین، ان کے آباؤ اجداد

کے مفتوحہ ملک، ان کے مقدس خطہ کو صیہونیت کے استبدادی چنگل میں دینے پر رضامند نہیں۔ عرب صدیوں سے یہود کا ملجا و ماویٰ رہے ہیں۔ مسلمان سلطنتیں عیسائیوں کے ستائے ہوئے یہودیوں کو پناہ دیتی رہی ہیں، ان سے ہمیشہ حسنِ سلوک کرتی رہی ہیں اور سلطنت میں یہود کو ذمہ وار عہدے دیئے گئے ہیں۔ مگر آج کا یہودی، انتہا پسند یہودی، ماضی سے آنکھیں بند کر کے مسلم قوم کے جذبات کو مجروح اور فلسطینی عربوں کی اکثریت کو پاؤں تلے روندنا چاہتا ہے۔

محشر کا نمونہ

جنگِ عظیمی کے بعد اعلان بالفور سے لے کر آج تک فلسطین تندمزاج یہود کے کارناموں کی وجہ سے محشر کا نمونہ بن رہا ہے۔ کئی دیہات جو عربوں کی بستی تھے آج یہودی مستعمرات نظر آتے ہیں۔ وہاں کے عرب باشندے، ان کی عورتیں اور بچے جلاوطن کر دیئے گئے۔ کتنا ہولناک اور بھیانک منظر تھا جب بوڑھے مرد اور عورتیں بلبلاتے ہوئے اپنی زمین سے الگ کئے جاتے تھے۔ عرب لوگوں نے کئی سالوں تک ہزارہا یہود کے داخلہ کو حیرت انگیز نظروں سے دیکھا۔ انہوں نے دلوں میں سوچا، آپس میں سرگوشیاں کیں کہ اس طوفانِ بے پناہ اور یہود کے اس ٹڈی دل اژدہام کا انجام کیا ہوگا۔ پہلے آہستہ پھر بآوازِ بلند پکار اٹھے کہ ہمیں تباہ کیا جا رہا ہے۔ مفکرین نے انگریزی سیاست سے اپیلیں کیں، وفود بھیجے مگر

آہ! انگریزی حکومت کے سیاسی کان بہرے تھے۔ عرب لیڈروں کی ساری درخواستیں، ان کے تمام محضر نامے در خورِ اعتنا نہ سمجھے گئے۔ عادل برطانیہ جو مظلوم کی دھیمی سی آہ کو سنتا تھا آج یہودی سیم و زر کی جھنکار میں مظلوم فلسطین کے دردمند نمائندوں کے واویلا کو بھی سننے پر آمادہ نہ ہوا۔

عربوں کی مظلومیت

آخر عربوں نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر کہا کہ کل کو یہود کی رسوا کن غلامی میں تباہ و برباد ہونے سے بہتر ہے کہ موجودہ حکومت کی گولیوں، بارود اور بموں سے مر کر اپنی مظلومیت پر مُہر کر جائیں۔ عرب برطانیہ کی طاقت کو خوب جانتے ہیں اور اپنی کمزوری سے بھی ناواقف نہیں مگر انہیں اور ان کے ساتھ کم از کم چالیس کروڑ مسلمانوں کو بھی یقین ہے کہ وہ مظلوم ہیں اور محض قوت کے بل بوتے پر انہیں نیچا دکھانے کا منصوبہ کیا جا رہا ہے۔ پس عربوں کا یہ ہنگامہ دنیا کی تاریخ میں ایک انقلاب پیدا کر کے رہے گا کیونکہ مظلوم کا خون کبھی رائیگاں نہیں جا سکتا۔

یہود یورپ میں، امریکہ میں، اور دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہیں۔ اگر کوئی مغربی طاقت ان کی شرانگیزیوں سے تنگ آ کر انہیں اپنی حدود سے باہر نکالتی ہے تو کیوں یہ شر بار بار فلسطین کے عربوں کے سر تھوپا جاتا ہے؟ کیوں یہود کو مجبور نہیں کیا جاتا کہ وہ اپنی روش تبدیل کریں اور مہذب حکومتوں کے خلاف

منصوبہ بازی نہ کریں تا انہیں آئے دن کی جلاوطنی سے دوچار نہ ہونا پڑے۔ انگریزی حکومت کہتی ہے کہ اعلان بالفور کے ماتحت فلسطین میں یہودیوں کا قومی گھر بنانا ضروری ہے۔ اگرچہ وہ اعلان اس وقت بھی ناجائز تھا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کیا انگریزی مدبر بیس[1] سالہ تجربہ کے بعد بھی اس غلطی کو محسوس کر کے دُور کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اعلان بالفور کوئی سماوی نوشتہ نہیں۔

دنیائے اسلام خوب جانتی ہے کہ اگر آج فلسطینی عربوں کی حمایت کرنے کے لئے طاقت ور ہٹلر کھڑا ہو جائے تو وزیر اعظم انگلستان بصد فخر و مسرت اعلان بالفور کو تبدیل کرنے پر آمادہ ہو جائیں اور فلسطین میں جاری کشت و خون کو بند کرانے میں ہی انسانیت کی بہترین خدمت یقین کریں۔ ابھی گزشتہ دنوں زیکوسلوویکیہ کے بارے میں جو کچھ ہو چکا ہے وہ کس سے مخفی ہے؟

مظلومین کی آہیں

یقین جانیئے کہ مظلوم اہل فلسطین کی آہیں ایک دن رنگ لائیں گی۔ اور اگر وہ مظلوم اس اثناء میں بعض مواقع پر ظالم نہ بن جاتے تو آج تک وہ دن آ بھی چکا ہوتا۔ عربوں کے استقلال سے انگریزی سیاست میں قدرے تغیر پیدا ہو رہا ہے۔ انگلستان کے باشندوں میں فلسطین میں فوجی اژدہام پر اعتراض ہو رہے ہیں۔ چنانچہ ٹائمز آف انڈیا (۳۱ راکتوبر) کا لنڈنی نامہ نگار پبلک کی رائے عامہ کی ترجمانی کرتا ہوا لکھتا ہے:۔

"And we are asKing ourselves how long strong British forces are to the locked up in Palestine to Provide homes for the out flow from eastern Europe when our duty lies to our own People."

یعنی انگریز محسوس کر رہے ہیں کہ ہم کب تک فوجوں کے زیر سایہ یورپ سے نکالے ہوئے یہود کیلئے گھر بناتے جائیں گے۔ اگر چندے یہی حالت رہی تو ہماری دوسری فوجی ضرورتیں ہمیں موجودہ طریق کار کو بدلنے پر مجبور کریں گی۔ یہ احساس بھی ایک نیک فال ہے۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ انگریزی سلطنت فلسطین کے عربوں پر تشدد بند کر دے اور ان کے جائز مطالبات کو تسلیم کر کے اس خونی کھیل کو ختم کرے جو ہر دردمند مسلمان کے دل میں ناسور پیدا کر رہا ہے اور برطانوی عدل و انصاف کے ماتھے پر بدنما دھبہ ہے۔ خاکسار ابوالعطاء جالندھری۔ (الفضل ۹ نومبر ۱۹۳۸ء)

[1] یہ مضمون ۱۹۳۸ء میں لکھا گیا تھا۔ (ادارہ)

نعتِ رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

(محترم جناب چودھری شبیر احمد صاحب بی اے)

شرق اور غرب میں ہے شانِ رسولِ عربی
قیصر و کسریٰ غلامانِ رسولِ عربی

جس نے لولاک بڑے پیار و محبت سے کہا
ہے وہی ذات نگہبانِ رسولِ عربی

عشقِ توحید کی مے ایسی پلائی ہم کو
جسم و دل ہو گئے قربانِ رسولِ عربی

زیرِ شمشیر بھی اللہ ہی کا بس نام لیا
اللہ اللہ وہ ایمانِ رسولِ عربی

کامراں ہو کے بھی دشمن کو کہا "لا تثریب"
پیکرِ عفو تھا اعلانِ رسولِ عربی

وادیٔ بدر میں ہیں آج بھی زندۂ جاوید
تین سو تیرہ فدایانِ رسولِ عربی

کیوں نہ قربان ہوں اس مہدیٔ مسعود پہ ہم
ہاتھ میں جس کے ہے دامانِ رسولِ عربی

صدقِ دل سے جو ہوا عاشقِ محبوبِ خدا
بن گیا آج وہی جانِ رسولِ عربی

پھر ثریا سے جو لے آیا ہے قرآن مجید
کیوں نہ کہلائے وہ سلمانِ رسولِ عربی

آخری سانس تلک عشقِ محمدؐ کا جنوں
ہے شفاعت کا یہ پیمانِ رسولِ عربی

سایہ افگن رہے شبیر پہ اے ربّ کریم
حشر کے روز بھی دامانِ رسولِ عربی

معیارِ وفا

(محترم جناب مولوی نور محمد صاحب نسیم سیفی)

ہم جا نہ سکیں اُس کوچے میں کچھ ایسے بھی لاچار نہیں
بیمارِ محبت کو اِس منزل تک چلنا دشوار نہیں

وہ میری وفا کو پرکھیں گے مَیں ان کی جفا کو جانچونگا
اس جانچ پرکھ کا دنیا میں لیکن کوئی معیار نہیں

تقدیر کی تحریریں کیا ہیں تدبیر کہاں لے جائیگی
بس اتنا سمجھتا ہوں مَیں تو قسمت کی زمیں ہموار نہیں

اللہ کی مرضی، انساں کو مختار بنایا ہے ورنہ
اک پل میں ہر اک شے منوالے یہ اس کے لئے دشوار نہیں

تم ہم سے نہیں ملتے نہ ملو کچھ راہیں پڑے حائل ہیں
دل دل سے بھلا کیوں مل نہ سکے ان میں تو کوئی دیوار نہیں

یہ بات بتاتے ہو تم ہی ہر کھیل کھلاتے ہو تم ہی
جیتیں تو ہماری جیت نہیں ہاریں تو ہماری ہار نہیں

جب تک کہ ہے دم میں دم میرا الزام مجھی پر آئیگا
تم سے تو دلِ دانا کو مرے کوئی بھی گلہ سرکار نہیں

لو ساقی نے کس وقت بھلا یہ جام و سبو کھنکائے ہیں
اس میں ہی نہیں، اس محفل میں اب کوئی بھی ہشیار نہیں

کیوں چُپ چُپ اور تنہا تنہا رہتا ہے نسیمؔ آزردہ
کام آ نہ سکے دنیا میں کسی کے وہ ایسا بیکار نہیں

طاعتِ حکمِ خلافت سے ہے استحکامِ دیں

(نتیجۂ فکر جناب عاجز عظیم آبادی ۔ نزیل ربوہ)

فاتحِ خیبر، علی المرتضیٰ زوجِ بتول
جلوہ گر تختِ خلافت پر تھے باجاہ وجلال
ایک ناداں نے کیا یہ بے تکا ان سے سوال
عظمت وشانِ خلافت کا نہ تھا اسکو خیال
گفتگو بدبخت کی حدِ ادب سے دُور تھی
تھا یہ اندازِ تکلّم اس کی کم ظرفی پہ دال
"آپ کے عہدِ خلافت میں عجب سا حال ہے
کیا سبب؟ اس اُمّت میں ہے یہ باہمی جنگ وجدال
وحدتِ اسلامیاں کیوں پارہ پارہ ہوگئی
آگیا ہے پھوٹ سے اُمّت پہ اب دَورِ زوال
عہدِ صدیقیؓ و فاروقیؓ میں کیوں ایسا نہ تھا
وحدتِ ملّت سے تھا اسلام کو حاصل کمال
کسریٰ ایران کا پرچم ہوا تھا سرنگوں
روم کی عظمت کا تھا گہنا گیا بدرِ کمال
ہوگئی جمعیتِ اوراقِ مُسلم منتشر
فتنہ ہائے نَو بنَو کے پھیلتے جاتے ہیں جال"
سُن کے فرمایا جنابِ حیدرِ کرارؓ نے
"کم نگاہی نے تری پیدا کیا ہے یہ سوال
پیشرو میرے تھے بیشک صاحبِ عزّ و وقار
جن سے قائم تھا جہاں میں دینِ برحق کا جلال
میرے جیسے لوگ تھے اُن پاکبازوں کے رفیق
جس کے باعث شوکتِ دیں کو ملا اوج وکمال
تیرے جیسے لوگ جو ہیں زلفِ شیطاں کے اسیر
بدظنی سے بُن رہے ہیں سینکڑوں فتنوں کے جال
جن کے سینوں میں نہیں ہے جذبۂ طاعت کا جوش
قلتِ مہر ووفا سے جن کے ہے دل میں ملال
دعویٔ حبِّ خلافت صرف بر نوکِ زباں
ایسے لوگوں سے ہے استحکامِ دیں پر اب زوال"
نعمتِ ربّ الوریٰ امرِ خلافت کا ظہور
برگ و بارِ دیں میں جس سے تازگی باصد جمال
طاعتِ حکمِ خلافت سے ہے استحکامِ دیں
خوش خصالوں کے لئے وجہِ رضائے ذوالجلال

الفرقان کا شمسؓ نمبر

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی، ان کی خدماتِ سلسلہ اور انکے اوصاف و شمائل پر مشتمل ایک نمبر جلد ہی شائع ہو رہا ہے احباب سے درخواست ہے کہ اپنے اپنے تأثرات اور مقالات جلد ارسال فرمائیں ——— (ایڈیٹر الفرقان ربوہ)

<u>تاریخ کے صفحات سے</u>

(۱) حیدرآباد دکن (بھارت) میں آریہ سماج سے مناظرات

ہفت روزہ بدر قادیان میں ایک مضمون "جماعت احمدیہ حیدرآباد دکن کی تاریخ کا ایک باب" جناب سیٹھ محمد اعظم صاحب آف حیدرآباد کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ اس کا آریہ سماج سے جماعت احمدیہ کے مناظرات والا حصہ ذیل میں احباب کی دلچسپی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ موصوف تحریر فرماتے ہیں:-

"حیدرآباد میں سالہا سال سے آریہ سماج کا سالانہ جلسہ بڑے اہتمام سے ہوا کرتا تھا۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں بانیانِ جلسہ کی طرف سے یہ صورت کی گئی کہ تبادلۂ خیالات کی غرض سے مسلمانوں کو شنکھا سمادھان کی دعوت دی گئی۔ اس پر مجلس اتحاد المسلمین کی جانب سے جناب ناظر صاحب دعوۃ و تبلیغ قادیان سے درخواست کی گئی کہ وہ کسی عالمِ دین کو مسلمانوں کی طرف سے نمائندگی کرنے کے لئے بھجوائیں۔ چنانچہ مرکز نے قادیان سے مولٰنا ابوالعطاء صاحب کو اس غرض سے بھجوایا تھا۔ جب مولٰنا مسلمانوں کے نمائندے کی حیثیت سے آریہ سماج کے جلسے میں پیش ہوئے تو پنڈت دھرم بھکشو نے جو آریہ سماج کے نمائندے تھے کہا کہ تبادلۂ خیالات کے لئے مسلمانوں کو دعوت دی گئی ہے۔ جواب میں مولٰنا نے فرمایا کہ وہ مسلمان ہیں۔ کلمہ پڑھتے، تمام ارکانِ اسلام پر ایمان رکھتے اور ان تمام شرائط کو پورا کرتے ہیں جو ایک مسلمان کے لئے ضروری ہیں۔ اس پر پنڈت دھرم بھکشو نے کہا۔ لیکن مسلمان آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ اس پر مولٰنا ابوالعطاء صاحب اُن علماء کی طرف چلے جو آپ کی اطراف میں مسلمانوں کے ایک کثیر مجمع کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور اُن سے دریافت کیا کہ وہ انہیں کیا سمجھتے ہیں؟ اس پر مولٰنا سید محمد بادشاہ حسینی صاحب معتمد علماء دکن نے کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ وہ مولٰنا کو مسلمان سمجھتے ہیں اور اس کی تائید شیعہ فرقہ کے مجتہد مولٰنا سید بندہ حسن صاحب اور تائید مزید فرقہ لواہیر کے مقامی سربراہ مولٰنا ابوالفتح صاحب نے کی۔ اس کے بعد دو گھنٹے تک مولٰنا ابوالعطاء صاحب اور پنڈت دھرم بھکشو کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اس کے اختتام پر مسلمانوں کی خوشی اور جوش و خروش کا یہ عالم تھا کہ مسلمان مولٰنا سے شرف مصافحہ حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے پر گر رہے

اور ہاتھ چوم رہے تھے۔ بڑی مشکل سے مولینا کو جلسہ گاہ سے باہر موٹر تک پہنچایا گیا تھا۔ نواب بہادر یار جنگ بہادر اس جلسہ میں موجود تھے اور اپنی صحبتوں میں اس واقعہ کا ذکر تعریفی رنگ میں کیا کرتے تھے کہ مولینا ابوالعطاء صاحب کا یہ کمال تھا کہ اپنے مسلمان ہونے کی تصدیق ہزارہا مسلمانوں کے مجمع میں علماء سے کروا لی تھی۔

۱۹۳۱ء میں بھی آریہ سماج نے اسی قسم کی دعوت مسلمانوں کو دی تھی۔ پچھلے سال کی کامیابی سے متاثر ہو کر مسلمانوں کی جانب سے اس سال علاوہ مولینا ابوالعطاء صاحب کے حضرت میر قاسم علی صاحبؓ اور مہاشہ محمد عمر صاحب کو بھی قادیان سے بلوایا گیا تھا اور خود وہ پہلے سال سے زیادہ تعداد میں شریک جلسہ ہوئے اور ان کی خوشی اور جوش و خروش کا وہی عالم تھا۔ اس دفعہ آریہ سماج کی جانب سے پنڈت رام چندر دہلوی پیش ہوئے اور مسلمانوں کی طرف سے مولینا ابوالعطاء صاحب اور مہاشہ محمد عمر صاحب۔

۱۹۳۲ء کے بعد کے سالوں میں تبادلہ خیالات کے اس سلسلہ کو آریہ سماج نے اپنی مصلحتوں کی بناء پر بند کر دیا۔ بہرحال مولینا ابوالعطاء صاحب کی اس قدر شہرت مسلمانوں میں ہوئی کہ انہیں ایک دوسرے سال جلسہ میلاد النبیؐ میں تقریر کرنے کے لئے قادیان سے دعوت دے کر بلوایا گیا تھا۔ چنانچہ مولینا مسلمانوں کی دعوت پر حیدرآباد تشریف لائے تھے اور آپ نے تقریر بھی فرمائی تھی۔" (اخبار بدر قادیان مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۶۶ء صفحہ ۷)

---

(۲) وزیر اعلیٰ جناب قاضی فضل اللہ کا جواب

"چٹان" پر سنسر مقرر کرنے کی وجہ؟

صوبائی اسمبلی میں ایک تحریک التواء کے جواب میں وزیر اعلیٰ نے کہا کہ:-

"جریدے (چٹان) کو صرف ایسا مواد سنسر کرانے کی ہدایت کی گئی ہے جو احمدیہ فرقے سے متعلق ہو۔ انہوں نے کہا کہ اس رسالے نے ایک عرصہ سے احمدیہ فرقے کے خلاف اشتعال انگیزی اور نفرت خیزی کی مہم شروع کر رکھی تھی جس کا جواب ربوہ کے الفضل اور لاہور کے ہفت روزہ لاہور نے دینا شروع کر دیا اور اس صحافتی جنگ سے فرقہ وارانہ امن کو خطرہ پیدا ہو گیا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں اسی بناء پر سابق پنجاب میں فسادات ہوئے تھے اور وہ حکومت کی بےعملی اور کمزوری کا نتیجہ تھے۔ اگر حکومت بروقت انسدادی تدابیر اختیار کرتی تو سابق پنجاب کا امن تہ و بالا نہ ہوتا۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت نے ماضی سے حاصل کردہ سبق کے پیش نظر ان جرائد پر سنسر کی پابندیاں عائد کی ہیں۔"

(امروز لاہور ۲۹ ستمبر ۱۹۶۶ء)

حَیَاۃُ اَبِی الْعَطَاءِ

میری زندگی

چند منتشر یادیں

(۱)

(احباب کے اصرار پر میں اپنی زندگی کے کچھ واقعات قلمبند کرتا ہوں شاید ان سے کسی کو نیکی کی تحریک ہوسکے ۔ ابو العطاء)

ولادت

میری تاریخ ولادت ۱۴ را پریل ۱۹۰۴ء ہے ۔
میں اپنے والدین کا پہلا فرزند تھا ۔ میرے والدین میری ولادت سے دو تین سال پیشتر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہو چکے تھے ۔ دونوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے ۔ والد بزرگوار حضرت منشی امام الدین صاحبؓ فرمایا کرتے تھے کہ تمہاری ولادت سے پہلے ہی میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے بیٹا دیگا تو میں اسے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دوں گا ۔
چنانچہ انہوں نے مجھے پہلے دن سے وقف کر دیا ۔
ہمارا گاؤں کریام تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر میں بنگہ اور نواں شہر کے درمیان ریلوے سٹیشن ہے ۔ یہ گاؤں کریام سے دو اڑھائی میل کے فاصلے پر ہے ۔ کریام میں بڑی تعداد میں احمدی احباب تھے ۔ ایک خاصی جماعت تھی ۔ میرے والد صاحب مرحوم اپنے گاؤں میں اکیلے احمدی تھے ۔ والد صاحب مرحوم جمعہ کی نماز کے لئے بلا ناغہ کریام جایا کرتے تھے ۔ حضرت حاجی چودھری غلام احمد صاحب امیر جماعت کریام سے ان کے نہایت محبانہ اور برادرانہ تعلقات تھے ۔

مخالفت

میرے خاندان میں احمدیت ننہال سے آئی ہے ۔ میرے ماموں حضرت ڈاکٹر محمد ابراہیم صاحبؓ اجمیر کے وکٹوریہ کالج میں پڑھتے تھے ۔ انہوں نے لٹریچر پڑھ کر احمدیت کو قبول کر لیا ۔ انہوں نے میرے والد صاحب کے نام اخبار الحکم جاری کروا دیا میرے دادا قاضی مولا بخش صاحب گاؤں کے خطیب تھے ، وہ سورج اور چاند گرہن کے نشان کے ظاہر ہونے پر خطبہ دے چکے تھے کہ یہ امام مہدی کے ظہور کا نشان ہے اب ہمیں انتظار کرنا چاہیئے کہ امام موعود کب اور کہاں سے ظاہر ہوتا ہے ؟ حضرت والد صاحب مرحوم اخبار الحکم پڑھ کر احمدیت سے متاثر ہوئے

اور آخر انہوں نے جلد ہی احمدیت کو قبول کر لیا۔ ہمارے دادا کٹر قسم کے اہلحدیث تھے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے کے احمدی ہو جانے کو بہت بُرا منایا۔ سخت ناراض ہوئے۔ غصہ میں آکر والد صاحب مرحوم کو سخت زدوکوب کیا۔ والدہ مرحومہ کے تمام زیورات اُتروا لئے اور دونوں کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ میرے والد صاحب مرحوم نے گاؤں کے دوسرے حصہ میں ایک مکان لیکر رہائش اختیار کر لی اور برتنوں کی دکان شروع کر دی، اور بھی کاروبار تھا۔ ان مصیبت کے سالوں کے دوران ہی میری ولادت ہوئی اور میرے والد رضی اللہ عنہ نے نہایت اخلاص سے مجھے خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیا۔

مَیں جب بھی اپنے والدین کے حالات پر غور کرتا ہوں اور ان کی انتہائی غربت اور تکلیف کے باوجود ان کے اس جذبہ پر نظر کرتا ہوں کہ وہ ان حالات میں بصد شوق اپنے پہلے بچہ کو خدمتِ دین کے لئے وقف کر دیتے ہیں تو مجھے کچھ کچھ اس یقین اور اس قوتِ قدسیہ کا اندازہ ہوتا ہے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے غریب سے غریب ایمانداروں کے دلوں میں بھی پیدا کر دی تھی۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَاَرْضَاھُمْ۔

ایک نیک تمنّا

میرے والد مرحوم مجھے بہت چھوٹی عمر میں ہی نماز جمعہ کے لئے کریام ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ مجھے حضرت بابا حسن محمد صاحبؓ مرحوم (والد حضرت مولوی رحمت علی صاحب مرحوم مبلغ انڈونیشیا) نے سنایا تھا کہ جب تم چھوٹے بچے تھے اور ابھی گاؤں میں پڑھتے تھے تو ایک دفعہ مَیں اپنے تبلیغی دورہ میں کریام آیا ہوا تھا تمہیں تمہارے والد صاحب کریام جمعہ کے لئے لائے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد تمہارے والد نے کھڑے ہو کر دوستوں سے کہا کہ بھائیو! مَیں نے اپنے اس بیٹے کو اللہ کی راہ میں وقف کر دیا ہے تم سب ہاتھ اُٹھا کر اس کے لئے دُعا کرو نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسا عالمِ دین بنائے کہ یہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کو شکست دے۔ حضرت بابا حسن محمد صاحبؓ نے فرمایا کہ حاجی غلام محمد صاحب اور ہم سب نے ہاتھ اُٹھا کر دعا کی تھی۔

چونکہ میرے دادا متعصب اہلحدیث تھے، مولوی ثناء اللہ صاحب کا اخبار گھر میں آتا تھا، اسلئے حضرت والد صاحبؓ کے دل میں یہ تڑپ تھی کہ میرا بیٹا احمدیت کا ایسا خادم ہو کہ مولوی ثناء اللہ کو شکست دے۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کی دردمندانہ دُعاؤں کو ضرور سُنتا ہے۔ میرے والد مرحوم اور احباب جماعت کی یہ دعا سُنی گئی۔ حضرت والد صاحبؓ نے اپنی وفات (دسمبر ۱۹۲۵ء) سے پہلے پہلے اپنی آنکھوں دیکھ لیا کہ تحریر و تقریر اور مباحثات میں احمدیت کے اس ناچیز خادم کے سامنے مولوی ثناء اللہ صاحب لاجواب ہوتے ہیں وذٰلک فضل اللہ ولا فخر۔ (باقی)

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵۔ انارکلی۔ لاہور

رشید آئل ککرز

بلحاظ

خوبصورتی، مضبوطی، تیل کی بچت

اور

افراطِ حرارت

دنیا بھر میں

بہترین ہیں

اپنے شہر کے ڈیلر سے

طلب فرمائیں

رشید اینڈ برادرز

ٹرنک بازار سیالکوٹ

عمارتی لکڑی

ہمارے ہاں

عمارتی لکڑی دیار، کیل، پڑتل، ہیمل

کافی تعداد میں موجود ہے

ضرورتمند اصحاب

ہمیں خدمت کا موقع دیکر مشکور فرمائیں

○ گلوب ٹمبر کارپوریشن

۲۵ نیو ٹمبر مارکیٹ لاہور۔ فون ۶۲۶۱۸

○ سٹار ٹمبر سٹور

۹۰ فیروزپور روڈ۔ لاہور

○ لائلپور ٹمبر سٹور

راجباہ روڈ لائلپور۔ فون ۳۸۰۸

ماہنامہ

تحریک جدید ربوہ

"اسلام کی روزافزوں ترقی کا آئینہ دار"

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور

غیر از جماعت دوستوں کو بھی پڑھائیں۔!

سالانہ چندہ:۔ صرف دو روپے

—— مینیجنگ ایڈیٹر

موتیاروک

• موتیاروک موتیا بند کا
بلا اپریشن علاج ہے۔!

• موتیاروک دھندلا، جالا، پھولا
ککروں کے لئے بھی بے حد مفید ہے۔

• موتیاروک بینائی کو تیز کرتا ہے،
اور چشمہ کی ضرورت نہیں رکھتا۔

• موتیاروک آنکھ کی ہر مرض کیلئے
مفید تر ہے۔

بیت الحکمت لوہاری منڈی لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نورِ کاجل

ربوہ کا مشہورِ عالم تحفہ!

آنکھوں کی خوبصورتی اور صحت کیلئے نہایت مفید
خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخنہ، ضعفِ بصارت
وغیرہ امراضِ چشم کے لئے بہت ہی مفید ہے۔ متعدد
جڑی بوٹیوں کا سیاہ رنگ جوہر ہے جو عرصہ ساٹھ
سال سے استعمال میں ہے۔
خشک و تر قیمت فی شیشی سوا روپیہ

تریاقِ اٹھرا

اٹھرا کے علاج کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ
کی بہترین تجویز، جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ
پیش کی جا رہی ہے۔!
اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا یا پیدا ہونے کے بعد
جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،
ان تمام امراض کا بہترین علاج۔!
قیمت:- پندرہ روپے

نورِ منجن

دانتوں کی صفائی اور صحت کیلئے از حد ضروری
ہے۔ یہ منجن دانتوں کی صفائی اور مسوڑھوں کی حفاظت
اور علاج کے لئے بہت مفید ہے۔
قیمت:- ایک روپیہ

نورِ نظر

اولادِ نرینہ کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ
کی بہترین تجویز، جس کے استعمال سے اللہ تعالیٰ کے فضل
سے لڑکا ہی پیدا ہوتا ہے۔
مکمل کورس:- پچیس ۲۵ روپے

فون نمبر ۳۰

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ۔ گولبازار ربوہ

(طابع و ناشر:- ابو العطاء جالندھری۔ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

ہماری مفید کتابیں!

(۱) مباحثۂ مصر

یہ مباحثہ عیسائیت کے بنیادی عقائد پر مشہور پادریوں اور احمدی مبلغ کے درمیان مصر میں ہوا تھا۔ عربی، انگریزی اور اُردو میں شائع ہو چکا ہے۔ بہت دلچسپ ہے۔ قیمت اردو ۶۲ پیسے انگریزی ایک روپیہ پچیس پیسے۔

(۲) تحریری مناظرہ

ہندوستانی پادری عبدالحق صاحب اور احمدی مبلغ مولانا ابوالعطاء صاحب کے درمیان الوہیت مسیح پر تحریری مناظرہ ہوا ہے۔ پادری صاحب دو پرچوں کے بعد بالکل لاجواب ہو گئے۔ پڑھنے کے قابل ہے قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے۔

۳ تفہیمات ربّانیہ

دیوبندی اور دیگر علماء کے مجموعۂ اعتراضات کا نہایت مدلّل اور مسکت جواب ہے جسے حضرت امام جماعت احمدیہ سیدنا المصلح الموعود رضی اللہ عنہ نے "اعلیٰ لٹریچر" قرار دیا تھا اور جس کی افادیت پر تمام علماء سلسلہ کا اتفاق ہے۔ بڑے سائز کے سوا آٹھ صد صفحات ہیں۔ قیمت مجلد سفید کاغذ گیارہ روپے۔ اخباری کاغذ آٹھ روپے۔

(۴) نبراس المؤمنین

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ستر منتخب احادیث مع ترجمہ و تشریح طبع ہوئی ہیں۔ یہ مجموعہ ہمارے نصاب تعلیم میں شامل ہے قیمت صرف ۲۱ پیسے۔

(۵) القول المبین

جناب مودودی صاحب کے رسالہ "ختم نبوت" کا ایسا ٹھوس اور واضح جواب ہے کہ مودودی صاحب تردید نہ کر سکے اور لوگوں کے مطالبہ کے باوجود خاموش رہ گئے۔ صفحات ۲۵۰، مجلد قیمت دو روپے۔

(۶) اسلام پر ایک نظر

ایک مشہور مستشرقہ کی کتاب کا ترجمہ ہے جس میں موصوفہ نے اسلامی مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے ان کی معقولیت کا برملا اعتراف کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نہایت مؤثر انداز میں لکھا ہے۔ قیمت ۶۲ پیسے۔

(۷) الفرقان کا حضرت میر محمد اسحاق نمبر

ہمارے ایک بہترین استاد کے نہایت دلچسپ حالات زندگی پر مشتمل مضامین کا مجموعہ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ (مینیجر الفرقان ربوہ)

جماعت احمدیہ باتھرسٹ (گیمبیا)

جناب چوہدری محمد شریف صاحب مبلغ انچارج گیمبیا
(عربی جبہ میں) ان کے ساتھ دوسرے مبلغ چوہدری
داؤد احمد صاحب حنیف ہیں -

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

REGD. NO. L 5708 **OCTOBER 1967**

تجلی قدرت

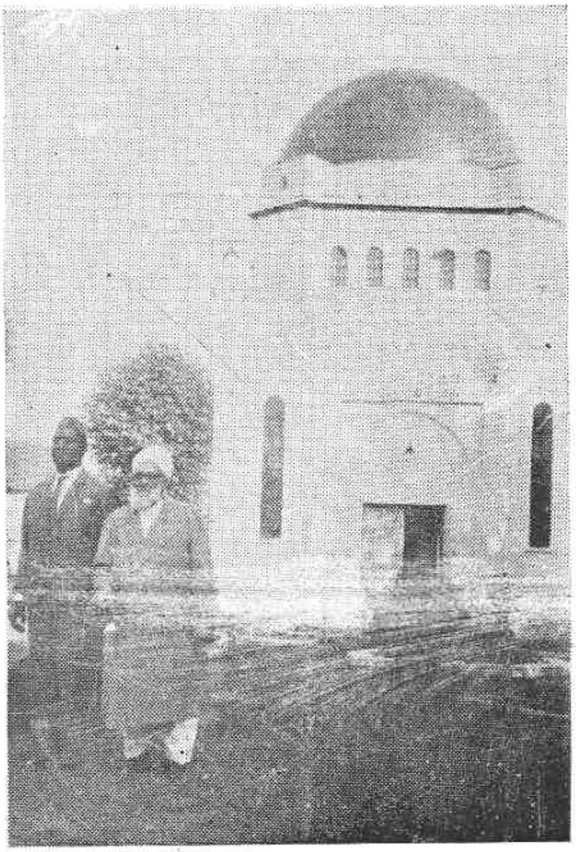

(۱) حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام
(۲) جناب الحاج ایف ایم سنگھاٹے گورنر جنرل گیمبیا مغربی افریقہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نشان ھے کہ اس نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ساٹھ سال پیشتر فرمایا تھا کہ یورپ میں توحید کی اشاعت ھوگی ۔ اب اس کے آثار نمایاں ھو گئے ھیں ۔ احمدی مستورات کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ وہ اپنے زیورات سے لندن میں مسجد فضل تعمیر کریں ۔ جہاں سے پانچ وقت تکبیر کی آواز بلند ھو رھی ھے ۔

مورخہ ۳۰ جون ۱۹۶۷ء کو حضرت مولوی قدرت اللہ صاحب سنوری صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور گیمبیا (مغربی افریقہ) کے احمدی گورنر جنرل جناب الحاج ایف ایم سنگھاٹے بھی احمدیہ مسجد لندن میں تشریف لائے ۔ یہ فوٹو اسی موقعہ کا ھے ۔